دو ہمسفر انجانے

میم عین

ہر رات کی طرح آج بھی وہ نم آنکھیں لئے بیڈ کی پائینتی سے ٹیک لگائے زمین پر بیٹھی سوچوں میں گم تھی۔ ایک دم دروازے کے پار ہوتی ہلکی سے ہلچل نے اس کی سوچوں میں خلل ڈالا تو وہ ایک دم سیدھی ہو بیٹھی۔

ایک میٹنگ کے سلسلے میں وہ اپنے باس کے ساتھ اسلام آباد سے کراچی آئی ہوئی تھی۔ میٹنگ شام میں ہو چکی تھی مگر انہیں کل صبح واپسی کے لئے نکلنا تھا اس لئے آج کی رات وہ ہوٹل میں رکے تھے۔

ڈنر کرنے کے بعد وہ کمرے میں آکر دروازہ بند کر چکی تھی۔ اسے اچھے سے یاد تھا کہ اس نے دروازے کو لاک لگایا تھا۔ اس کی نظر اچانک گھڑی کی طرف اٹھی جو رات کے بارہ بجا رہی تھی۔

اس سے پہلے وہ مزید کچھ سوچتی کلک کی آواز سے دروازہ کھلا اور ایک مرد کمرے میں داخل ہونے لگا۔ یہ مرد اور کوئی نہیں بلکہ اس کا بوس تھا۔

"آپ رات کے اس پہر میرے کمرے میں کیا کر رہے ہیں سر؟؟"

وہ سامنے کھڑے وجود کو اپنے کمرے میں داخل ہوتا دیکھ کر ایک دم پوچھ بیٹھی جب مقابل اس کے سوال کو نظر انداز کرتا اپنے پیچھے دروازہ بند کرنے لگا۔

"یہ۔۔۔ یہ دروازہ کیوں لاک کر رہے ہیں آپ؟؟"

اسے لاک لگاتے دیکھ وہ گھبرا اٹھی پر اس کی پوری کوشش تھی کہ خود کو باا عتماد ظاہر کرے۔ سامنے کھڑے شخص سے یوں بھی اسے ایسی امید ہرگز نہ تھی۔

"کیا آپ اس بات سے واقعی انجان ہیں؟؟"

اس کے قریب آتا وہ اسے گہری نظروں سے دیکھتا بولا تو وہ اس کے معنی خیز انداز پر لب بھینچ گئی۔

"کیا ہماری ایک دوسرے سے اس قدر پہچان رہ چکی ہے سر؟؟"

وہ بے لچک انداز میں مستفسر ہوئی تو اس کے لہجے کی کاٹ محسوس کرتا مقابل مرد تکلیف سے آنکھیں میچ گیا مگر یہ صرف لمحے بھر کا ہی کھیل تھا۔ لمحے کے گزر جانے کے بعد وہ خود پر واپس وہی سخت خول چڑھا گیا۔

"ایک دوسرے کے دل کا حال جان لینے میں آخر وقت ہی کتنا لگتا ہے!!"

وہ ایک دم اس کے قریب جھک کر سرگوشی نما انداز میں اسے باور کرواتا بولا تو اس کی نزدیکی پر وہ تیش میں آتی اپنے دونوں ہاتھ اس کے سینے پر جماتی اسے پیچھے دھکیلنے ہی لگی تھی جب ایک دم دھماکے کی آواز سے کمرے کا دروازہ کھلا اور کیمروں کی چکاچوند روشنی اور لوگوں کا جم گفیر کمرے میں داخل ہوتا انہیں بوکھلا گیا۔

"جی تو ناظرین جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں رات کے بارہ بجے پاکستان کے مشہور اور نامور بزنس مین غازان سکندر اپنی جوان سالہ خوبصورت سیکرٹری شانزے جلال کے ساتھ ایک بند کمرے میں پائے گئے ہیں۔ دونوں فریقین کے مابین حد درجہ نزدیکی اور قربت سے آپ سب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دونوں کے درمیان ناجائز تعلقات ۔۔۔۔"

اس سے پہلے کہ چیخ چیخ کر کیمرے کے سامنے بولتا رپورٹر اپنا جملہ مکمل کرتا غازان سکندر اپنے ساتھ کھڑی تھر تھر کانپتی شانزاے کو اپنے پیچھے کرتا اس

رپورٹر کا مائک کھینچ کر دیوار میں مارنے کے بعد اس کے منہ پر پوری قوت سے مکا جڑ گیا۔

"اگر ایک لفظ مزید کہا تو مجھے تمہاری زبان کاٹ کر بھوکے کتوں کے آگے پھینک دینے میں رتی برابر افسوس بھی نہیں ہو گا!!!"

وہ اس کے چہرے پر ایک اور مکا جڑتے سرد آواز میں غرایا تھا۔

اس کی دیوانگی دیکھتے پیچھے کھڑی شانزے خوف اور ذلت کے باعث چیختی اگلے ہی پل دونوں ہاتھ سختی سے اپنے منہ پر جماتی زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ برسوں کی کمائی عزت پل بھر میں راکھ ہوتی نظر آ رہی تھی۔

..______________________________..

وہ مضبوط قدم اٹھاتا لفٹ میں داخل ہوا تو پل بھر کو چونک سا گیا۔ سامنے ہی وہ ظالم حسینہ سپاٹ چہرہ لئے کھڑی تھی۔ اس کو موجودگی محسوس کرتے اس

نے بھی اسی پل اس کی جانب دیکھا۔اس سے پہلے کہ پاکستان وہ باہر نکلنے کا سوچتی اگلے ہی پل لفٹ بند ہو گی تو وہ بھی ضبط کرتی کھڑی رہی۔

"کیسی ہیں مسز شانزے!!!"

غازان سکندر کی خوبصورت مردانہ آواز کانوں سے ٹکرائی ضرور تھی مگر سن کر بھی ان سنا کرتی اپنے دھیان میں کھڑی رہی۔

"آپ سے مخاطب ہوں مس!!!"

وہ اب کی دفعہ ذرا بلند آواز میں بولا تھا کہ وہ چاہ کے بھی ان سنا نہ کر سکے۔

"فائن سر!!!!"

دو لفظی جواب دیتے اسے دیکھے بغیر وہ جھک کر اپنے پرس سے موبائل فون نکالنے لگی۔اس کی کمال نظر اندازی پر غازان سکندر عش عش کر اٹھا۔

سر تا پیر اس پر تفصیلی نظر ڈالتا وہ ستائش سے سر ہلا گیا۔

معمول کے مطابق سادہ سی سفید شلوار قمیض پر کندھوں پر سفید ہی ریشمی دوپٹہ اچھے سے پھیلائے سیاہ کالے بالوں کو لمبی چوٹی میں قید کر رکھا تھا جو بائیں کندھے پر جھول رہی تھی۔ کانوں میں پہنی چھوٹی چھوٹی جھمکیاں چہرے کی حرکت کے ساتھ ساتھ ہل رہی تھیں۔ ہر طرح کے میک اپ سے پاک ہلکے گندمی رنگت لئے شفاف چہرے پر سجی سیاہ آنکھیں اپنے اندر گہرا حزن سمیٹے ہوئے تھیں۔ وہ سوگوار حسن کا چلتا پھرتا پیکر تھی۔ وہ عام سی لڑکی خود بھی نہ جانتی تھی کہ کس قدر خاص تھی وہ!!!

جب تک لفٹ اپنی منزل تک نہ پہنچی تب تک غازان سکندر کی نظریں اس کے وجود سے نہ ہٹ سکیں۔

لفٹ کھلتے ہی شانزے جلال سامنے کھڑے اپنے باس پر ایک بھی نظر ڈالے بغیر تیزی سے نکلتی سیدھا اپنے کیبن کی طرف بڑھ گئی۔

غازان سکندر کی نظریں شانزے جلال کے کھسے میں مقید پیروں کے ساتھ ساتھ اس کے کیبن کے دروازے تک گئیں پھر وہ سر جھٹکتا اپنے آفس کی طرف بڑھ گیا۔

..________________________..

وہ اپنے آفس کی چیئر پر بیٹھا سامنے میز پر پڑے لیپ ٹوپ کی سکرین پر نظر آتے منظر کو دیکھ رہا تھا جہاں وہ ظالم حسینہ اپنے کیبن میں بیٹھی تیزی سے کچھ ڈرا کرتے نظر آرہی تھی۔

نظریں اس پر ہی جمائے وہ فون اٹھا کر کال ملاتا کان سے لگا گیا۔

"مس شانزے میرے آفس میں تشریف لائیں۔۔۔۔ ابھی اور اسی وقت !!!"۔

بھاری آواز میں حکم سناتا وہ مقابل کی سنے بغیر کال بند کر گیا۔

ٹھیک تین منٹ کے بعد اس کے آفس کا دروازہ دھیرے سے ناک ہوا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی جسے وہ اگلے ہی لمحے گہری سنجیدگی کے پردے میں چھپا چکا تھا۔

اس کی اجازت ملنے پر وہ آفس میں داخل ہوتی میز کے اس پار کھڑی ہو گئی۔

"یس سر؟؟"

سپاٹ انداز میں اس کی طرف دیکھتی وہ اپنے وہاں بلائے جانے کا مقصد دریافت کرنے لگی۔

"مسز شانزے کل۔۔۔۔"

اس کی بات شروع ہوتے ہی وہ ہاتھ اٹھا کر اسے بیچ میں کاٹ گئی۔

"مسز نہیں مس شانزے۔۔۔۔۔ سر!!!! آپ کو پہلے بھی بتا چکی ہوں میرے شوہر کے مرنے کے بعد میں مسز سے مس ہی چکی ہوں اب۔ مجھے اچھا لگے گا اگر آپ مجھے مسز کی جگہ صرف مس پکاریں!!!"

قطعی انداز میں کہتی وہ نظریں جھکائے کھڑی ہو گئی تو غازان سکندر محض سر ہلا کر رہ گیا۔

"مس شانزے کل میری بیٹی کی پہلی سالگرہ ہے۔ ایونٹ آرگنائزر کا نمبر میں آپ کو سینڈ کر چکا ہوں۔ سارا انتظام آپ اپنی نگرانی میں کروائیں گی۔ اس بات کی یقین دہانی کرئے گا کہ کہیں بھی کوئی کمی نہ رہ جائے۔"

وہ مصروف سے انداز میں بولا تو اس کی بات پر سر ہلاتی شانزے کے گلے میں کچھ اٹک سا گیا۔ آنسوؤں کا گولہ یا پھر شاید ٹوٹے خوابوں کی کرچیاں۔ جو بھی تھا بہت تکلیف دہ تھا۔

کس قدر ازیت ناک ہوتا ہے وہ لمحہ جب دوسروں کی خوشیوں سے آپ کو اپنے خسارے یاد آئیں!!!کاش یہ بات کوئی شانزے جلال سے پوچھتا۔

"اوکے سر سب ہو جائے گا۔"

وہ جذبات پر قابو پاتی آواز کی لڑکھڑاہٹ پر قابو پا گئی کیوں کہ اسے غیروں کے سامنے اپنے غموں کی تشہیر نہیں کرنی تھی۔

غازان کے نمبر پر ایک کال آئی تو اس کی توجہ بھٹکتے دیکھ کر وہ تیزی سے آفس سے نکل گئی۔

..________________________..

"جینا ہو گا مارنا ہو گا

دھرنا ہو گا دھرنا ہو گا"

پلیٹ کی پشت پر چمچ زور زور سے مارتی وہ اس سے بھی اونچی آواز میں چلا چلا کر گا رہی تھی۔ پاس کھڑی کچھ نرسیں کوفت سے جب کہ کچھ ہنستی ہوئی اس کی حرکتیں دیکھ رہی تھیں۔

"زوہا بے بی یہ دھرنا آج کسی کام نہ آئے گا۔"

نرس نسرین کے کہنے پر وہ ایک دم شور بند کرتی اسے گھورنے لگی۔

"کیوں کیوں کیوں ؟؟؟ کیوں نہیں کام آئے گا!!!"

وہ ایک دم چمچ پلیٹ پر پٹختی نسرین کو گھورنے لگی۔ انداز ایسا تھا جیسے ابھی کھا جائے گی اسے۔

"کیوں کہ ڈاکٹر عبداللہ کے گھر پر شادی ہے وہ آج نہیں آئیں گے۔"

نسرین کے بتانے پر وہ غصے سے پلیٹ نیچے پھینک گئی۔ پلاسٹک کی پلیٹ ایک جھٹکے سے زمین پر گرتی شور برپا کر گئی۔

"تم بہت گندی ہو۔ڈاکٹر عبداللہ بھی بہت گندے ہیں۔ڈاکٹر نتاشا بھی بہت گندی ہے۔ تم سب بہت گندے ہو۔"

چیخ کر کہتی وہ اک دم چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپاتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی تو سب نرسیں بوکھلا گئیں۔روتی ہوئی زوہا کو چپ کروانا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔

تبھی ہسپتال کے اس کمرے کا دروازہ کھلا اور کوئی تیز قدموں سے اندر داخل ہوا۔

"زوہا بے بی کیوں رو رہی ہے؟؟"

وہ زوہا کی طرف آتا محبت بھری نرمی سے پوچھنے لگا تو اسے سامنے پا کر وہ چہرے سے ہاتھ ہٹاتی پل بھر میں ہی سارا رونا دھونا بھول چکی تھی۔

"ہینڈسم ڈاکٹر آپ آگئے!!!"

اسے دیکھتے وہ رونا بھولتی خوشی سے چہکتی اس کی طرف لپکی تو عبداللہ سکندر مسکراہٹ دبا گیا جب کہ نرسوں نے شکر کا کلمہ پڑھا۔

"زوہا تو بہت اچھا بےبی ہے پھر سب کو اتنا تنگ کیوں کرتی ہے؟؟"

وہ اسے بازو سے پکڑ کر نرمی سے پیشنٹ بیڈ پر بیٹھاتا بولا جب وہ حسب عادت اس کی آنکھوں سے نظر کا چشمہ اتار کر اپنی آنکھوں پر لگاتی کھلکھلا دی۔ اس کی یہی پیاری سے مسکان عبداللہ سکندر کی ساری تھکاوٹ اپنے اندر جزب کر لیا کرتی تھی۔

"ڈاکٹر آپ کو پتا ہے آج نسرین نے کیا کیا؟؟ اس نے مجھے۔۔۔۔"

وہ حسب معمول بڑی بڑی آنکھیں پوری کھولتی دونوں ہاتھ نچاتی یہاں موجود ایک ایک شخص کی صبح سے اب تک کی ساری سرگرمیاں بتانے لگی جب کہ عبداللہ سکندر مسکراتا ہوا اسے سننے کے ساتھ ساتھ اس کی معمول کی رپورٹس چیک کرنے لگا۔

نرسیں ان دونوں پر سرسری نظر ڈالتی ایک ایک کر کے وہاں سے کھسکنے لگی تا کہ اس آفت کی پر کالہ کے عتاب سے بچ سکیں۔

اب وہاں صرف زوہا تھی اس کی نہ ختم ہونے والی باتیں اور اسے کمال ضبط سے سنتا عبداللہ سکندر!!!

..________________________..

"ہاں ٹھیک ہے علی تم مجھے ڈاکومینٹس سینڈ کر دو باقی میں بعد میں دیکھ ۔۔۔۔اوہ شٹ!!!"

وہ گاڑی سٹارٹ کرنے کے ساتھ ساتھ کان میں لگی بلوٹوتھ کے ذریعے اپنے وکیل سے بات کر رہا تھا جب ایک دم تیزی سے کوئی گاڑی کے آگے آیا۔ غازان نے بروقت بریک لگائی اور غصّے سے گاڑی کا دروازہ بند کرتا باہر نکلا۔

"محترمہ کیوں اس دار فانی سے کوچ کر کے مجھے ناحق جیل۔۔۔۔"

وہ جو پورے غصّے سے بول رہا تھا جیسے ہی سامنے والی نے چہرہ اوپر اٹھایا تو ایک دم خاموش ہو اٹھا۔ چہرے پر غصّے کی جگہ تفکر نے لے لی۔

"ٹھیک ہیں آپ؟؟ کہیں لگی تو نہیں!!!"

وہ متفکر سا شانزے کے قریب ہوتا پوچھنے لگا جس پر وہ دو قدم پیچھے لے گئی۔

"میں ٹھیک ہوں سر۔ سوری میں جلدی میں تھی اسی لئے بس دیکھ نہیں سکی۔"

وہ معذرت خواہ آواز میں کہتی وہاں سے گزرنے لگی جب وہ ایک دم آگے بڑھتا اس کا نازک ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھام گیا۔

شانزے نے ماتھے پر شکنیں لئے اس کی گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہا جو کہ ممکن دکھائی نہ دے رہا تھا۔

وہ دونوں اس وقت آفس کے پارکنگ ایریا میں کھڑے تھے۔

"میرا ہاتھ چھوڑیں سر فضول میں تماشامت بنوائیں۔۔۔۔اپنا بھی اور میرا بھی۔۔۔۔اگر کسی نے یوں دیکھ لیا تو آپ کا کچھ جائے گا نہیں اور میرا کچھ بچے گا نہیں۔"

ناگواری سے کہتی وہ تلخ ہوئی تو نہ چاہتے ہوئے بھی غازان کو اس کا ہاتھ چھوڑنا پڑا۔

"گاڑی میں بیٹھیں میں ڈراپ کر دیتا ہوں۔"

اسے حکمیہ لہجے میں کہتا وہ آگے بڑھ کر گاڑی کا دروازہ اس کے لئے کھول گیا جسے نظر انداز کرتی وہ گیٹ کی طرف جانے لگی۔

"شانزے!!!"

غازان نے اسے تنبیہی لہجے میں آواز دی مگر وہ ان سنا کرتی گیٹ سے باہر نکل گئی تو غازان گہرا سانس بھرتے خود پر ضبط کرتا زوردار طریقے سے گاڑی کا

دروازہ بند کرتا خود ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔پانچ منٹ گاڑی میں ہی بیٹھے اپنے دماغ کو تھوڑا ٹھنڈہ کیا پھر گاڑی آگے بڑھا گیا۔

تین منٹ کے بعد ہی وہ آفس کی بلڈنگ سے دو مزید بلڈنگز چھوڑ کر آگے موجود شاپنگ مال کے آگے گاڑی پارک کر چکا تھا۔

وہ اپنی پیاری سی ڈول گل آئینہ کے لئے شاپنگ کا ارادہ رکھتا تھا۔ابھی وہ پہلی شاپ میں داخل ہی ہوا تھا جب اسے سامنے وہ نظر آئی۔شانزے جلال!!!

بے بی گرلز کے چھوٹے اور خوبصورت کپڑوں پر حسرت سے ہاتھ پھیر کر انہیں چھوتی اور محسوس کرتی ہوئی۔اسے اس حالت میں دیکھتے غازان سکندر کے دل کو دھکا سا لگا۔

وہ اچھے سے جانتا تھا کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ساتھ اپنی معصوم بیٹی کو بھی کھو چکی تھی۔بیٹی بھی وہ جو محض چند ماہ کی تھی۔غازان جانتا تھا کہ اس کے زخم پھر سے ہرے ہو چکے تھے۔وہ اپنی بیٹی کو مس کر رہی تھی۔

غازان سکندر نے دکھ بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ چھوٹی سی عمر میں کس قدر گہرا روگ لگا تھا اس نازک سی لڑکی کو۔

وہ سر جھٹکتا اس کی طرف بڑھا۔

"شانزے!!!"

اس نے قریب جاتے دھیرے سے پکارا تو وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ اس نے قریب جا کر دھیرے سے اس کا بازو چھوا تو وہ ایک دم جیسے کسی خواب کی کیفیت سے جاگی۔

"ہ۔۔ہاں!!!"

وہ اس کی طرف مڑتی غائب دماغی سے بولی تو اس کی آنکھوں میں ہلکورے لیتے گہرے غم میں غازان سکندر کا دل ڈوب ڈوب جانے لگا۔

"کیا خرید رہی ہیں؟؟؟ میں بھی شاپنگ کرنے آیا ہوں اپنی بیٹی کے لئے۔ کیا آپ میری مدد کریں گی پلیز؟؟؟"

اس کی بات پر شانزے سے نظریں اٹھا کر سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا تو اس کی نگاہوں کا مطلب سمجھتے غازان سکندر سن سارہ گیا۔ کیسی تڑپ تھی یہ؟؟

اگلے ہی پل وہ اسے پیچھے چھوڑتی تیزی سے وہاں سے نکلتی چلی گئی تو غازان سکندر میں اتنی ہمت بھی نہ ہوئی کہ وہ اسے آواز دے کر روک لے۔ جانتا تھا اس کے زخموں کو بری طرح ادھیڑ چکا ہے جن سے خون تک رسنے کا خدشہ تھا۔

بے دلی سے ساری شاپنگ کرتا وہ مرے مرے قدموں سے وہاں سے نکل آیا۔

..____________________..

وہ بیڈ سے پیر لٹکا کر بیٹھی بیزاری سے پیر جھلا رہی تھی۔ نظریں بار بار کمرے کے دروازے تک جاتی پھر ناکام اور مایوس پلٹ آتی۔

"بات نہیں کروں گی میں آج!!!"

ناک سکیڑ کر کہتی وہ اگلے ہی پل چھلانگ لگاتی بیڈ سے اتر کر دروازے کی طرف چل دی۔

دروازہ تھوڑا سا کھولتے سر نکال کر نظریں یہاں وہاں دوڑائیں تو کوریڈور میں لوگوں کی چہل پہل نظر آئی۔

وہ دھیرے سے پورا دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکل آئی۔ دماغ پر زور دیتے ہینڈسم ڈاکٹر کے کیبن کی طرف جاتا راستہ یاد کیا پھر دائیں جانب چل پڑی۔

ڈاکٹر عبداللہ کے کیبن کی طرف جاتے اس کی نگاہیں ایک منظر پر اٹک سی گئیں۔

سامنے ہی اس کے ہینڈ سم ڈاکٹر ہمیشہ کی طرح آنکھوں پر گولڈن نفیس سا نظر کا چشمہ لگائے ہونٹوں پر نرم مسکراہٹ سجائے ہاتھ میں پکڑی فائل کی طرف متوجہ تھے جب کہ ان سے محض دو قدم کے فاصلے پر کھڑی ڈاکٹر نتاشا مدہوش سے ڈاکٹر عبداللہ سکندر کے چہرے کو دیکھے جا رہی تھی۔

یہ سب دیکھتے پہلے تو زوہا کا منہ کھلا آنکھیں پھیلیں اور چند لمحوں کے بعد ہی چہرہ غصّے کے باعث سرخ پڑ گیا۔

وہ تیز تیز قدم لیتی ڈاکٹر عبداللہ کے عین سامنے جا کھڑی ہوئی۔ عبداللہ سکندر نے چونک کر نظریں اٹھائی تو اسے سامنے دیکھ کر حیران ہو گیا۔ جب اس کے تاثرات محسوس کیے تو آنکھوں میں ناسمجھی چھا گئی۔

"زوہا بے بی یہاں کیا کر رہی ہے؟؟ آر یو اوکے؟؟"

وہ نرمی سے اسے دیکھتا مستفسر ہوا تو اگلے ہی پل وہ اس کا بازو اپنے دونوں ہاتھوں میں سختی سے دبوچے اس کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔

"مجھے سر میں درد ہو رہا ہے ہینڈسم ڈاکٹر!!!"

اس کے سر میں واقعی درد اٹھ رہا تھا۔ وہ عبداللہ سکندر کو دیکھتی معصومیت سے بولی تو وہ ایک دم پریشان ہو اٹھا۔

"کب سے درد ہے؟؟ پہلے کیوں نہیں بتایا؟؟"

وہ فکرمندی سے اس کا ماتھا چھوتا بولا تو زوہا ایک نظر پاس کھڑی نتاشا پر ڈال گئی۔

"اتنا پریشان کیوں ہو رہے ہو عبداللہ سر درد ہی تو ہے۔ زوہا تو بلکل ہی چھوٹا بچا بن جاتی ہے!!!"

نتاشا ہلکہ سا قہقہہ لگاتی زوہا کا گال چھوتی بولی تو زوہا غصّہ سے اس کا ہاتھ جھٹک گئی جس پر نتاشا برا ماننے کی بجائے ڈھیٹ پن سے مسکرا دی۔

"آپ صبح سے میرے پاس نہیں آئے تو کیسے بتاتی!!!"

وہ نتاشا کیو نظر انداز کرتی عبداللہ کو دیکھتی شکایاتی لہجے میں بولی تو وہ زبان دانتوں تلے دبا گیا۔ اب یقیناً اس کی شامت آنے والی تھی زوہا بے بی کے ہاتھوں۔

"سوری میں بزی تھا۔ آؤ روم میں چلتے ہیں۔ میں زوہا بے بی کو میڈیسن دوں کا تو دیکھنا سر درد کیسے فورا بھاگ جائے گا۔"

وہ اسے ساتھ لئے اس کے کمرے کی طرف بڑھا تو نتاشا ان دونوں کی پشت دیکھتی منہ بناتی وہاں سے چل دی جب کہ زوہا کو زبان اب بغیر رکے چلتی جا رہی تھی جب کہ عبداللہ سکندر محض اس کی پٹر پٹر سنتے مسکرا رہا تھا۔

..________________________________..

"امی میں جا رہی ہوں۔ واپسی پر تھوڑی دیر ہو جائے گی تو پریشان مت ہوئیے گا آپ ۔ آفس کی گاڑی چھوڑ جائے گے مجھے گھر ۔ اللہ حافظ "!!!

وہ ہاتھ میں پکڑی چادر کندھوں کے گرد اوڑھتی دوسرے ہاتھ میں پکڑے شاپنگ بیگ پر گرفت مضبوط کرتی گھر کا دروازہ پار کر گئی۔

وہ ابھی گھر سے نکلی ہی تھی جب اسے گھر کے سامنے آفس کی گاڑی کھڑی نظر آئی۔ وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔ ڈیکوریشن کا سارا کام وہ ایک ٹیم کو ہائر کروا کر مکمل کروا چکی تھی اور اب بس اسے وہاں پہنچ کر اپنی نگرانی میں سب مینیج کرنا تھا۔

رات ہو رہی تھی اس لئے وہ بغیر تردد کے گاڑی میں بیٹھ گئی تو گاڑی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئی۔

وہ وہاں پہنچی تو رنگ و بو کا ایک سیلاب آیا ہوا تھا۔ اس کا دل بے ساختہ گھبرانے لگا۔

دور کھڑے غازان سکندر کی نگاہ جیسے ہی اس کے وجود سے ٹکرائی وہ تیز قدم اٹھاتا اس کی طرف بڑھا۔

"مس شانزے!!!"

اس کی آواز پر وہ ایک دم ڈر گئی۔ دل کی دھڑکن بے ساختہ بڑھی تھی۔

"جج۔۔۔جی سر!!!"

اس کی طرف رخ موڑتی وہ گھبراتی ہوئی بولی جب کہ اس پر نظر پڑتے ہی غازان سکندر مبہوت ہوا تھا۔

کتھئی رنگ کی لمبی قمیض اور کھلے سے ٹراوزر پر ہم رنگ دوپٹہ کندھوں پر پھیلائے اور حسب عادت کانوں میں جھمکیاں ڈالے وہ ہر مرتبہ کی طرح ہمیشہ سے بڑھ کر حسین لگی غازان سکندر کو۔

گلابی لبوں کو دانتوں تلے کچلتی وہ غازان سکندر کی آنکھیں پھیرنے پر مجبور کر گئی۔

دو شاطر آنکھوں نے دور سے بلیک پینٹ پر سفید بٹنوں والی شرٹ پہنے بازو کہنیوں تک موڑ کر کھڑے غازان سکندر اور اس کے قریب کھڑی گھبرائی ہوئی سی شانزے جلال کو دیکھا تھا۔

"بہت اچھی لگ رہی ہیں۔ چلیں اندر چلتے ہیں!!!"

اس کی بات پر وہ سر ہلاتی اس کی پیروی میں چلنے لگی۔ ابھی وہ تھوڑا آگے ہی گئے تھے جب کسی نے ان دونوں کا راستہ روک لیا۔

"آہاں مس شانزے تشریف لائی ہیں۔ڈارلنگ تم نے بتایا نہیں کہ یہ حسینہ بھی آنے والی ہے آج کی پارٹی میں!!!"

رائنا سکندر ان کے قریب آتی غازان سکندر کا بازو تھام کر نزاکت سے بولی جب کہ غازان ماتھے پر تیوری لئے اگلے ہی لمحے اپنا بازو ایک جھٹکے سے اس کی گرفت سے نکال گیا جس پر وہ غصّہ ہونے کی بجائے کمینگی سے مسکرا دی۔

غازان سکندر کی بیوی کو دیکھتے شانزے جلال کا دم گھٹنے لگا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ سب کچھ یہیں چھوڑ کر کہیں دور بھاگ جائے کیوں کہ اس عورت کی فطرت سے اچھے سے واقف تھی وہ۔

"غاز ڈارلنگ بات سنو!!!"

رابعہ سکندر نے عجلت بھرے انداز میں اسے پکارا تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ماں کی بات سننے ان کی طرف بڑھ گیا تو رائنا سکندر کو من چاہا موقع مل گیا۔

"ویسے ماننا پڑے گا۔ بے غیرت ہو اگر انسان تو تمہارے جیسا۔ تمہارے جیسے انسان کو کہا جاتا ہے مطمئن بے غیرت!!! میرے شوہر کا بستر گرم کرتے دل نہیں بھرا تمہارا جی اس گھر کی دہلیز تک آ گئی۔ ماننا پڑے گا تمہاری ہمت کو۔"

وہ تالیاں بجاتی کمینگی کی آخری حدوں کو چھوتی ہوئی بولی تو شانزے جلال کو لگا کسی نے پیروں سے جوتا نکال کر سیدھا اس کے منہ پر دے مارا ہو۔

اتنی ذلت!!! اتنی رسوائی!!!! شاپنگ بیگ اس کا ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گرا اور اگلے ہی پل وہ الٹے قدم لیتی تقریباً بھاگتی ہوئی وہاں سے نکلی تھی۔ آنسو تھے کہ تواتر سے بہتے اس کا غم غلط کر رہے تھے۔

غازان سکندر نے جانے کس احساس کے تحت اس کی جانب دیکھا اور اس کی حالت دیکھتے اگلے ہی پل وہ اس کے پیچھے بھاگا تھا پر تب تک وہ گیٹ سے نکل کر جا چکی تھی۔

وہ تیز قدم اٹھاتا مسکراتی ہوئی رائنا کی طرف بڑھا۔

"کیا کہا ہے تم نے اسے۔ بولو کیا بکواس کی ہے اس کے ساتھ!!!"

وہ ضبط کھوتا چیخا تھا جس پر رائنا خوفزدہ ہونے کی بجائے ہنستی چلی گئی۔ اس پر دو حرف بھیجتا غازان تیزی سے باہر گیا پر شانزے تو کیا اس کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ شاید وہ ٹیکسی لے کر جا چکی تھی۔

وہ چہرے پر ہاتھ پھیر کر اپنے تاثرات نارمل کرنے کی کوشش کرتا اندر کی طرف بڑھ گیا کیوں کہ مہمانوں کی موجودگی میں مزید کوئی تماشا نہیں لگانا چاہتا تھا۔

دل میں موجود تھوڑی سی خوشی بھی کہیں دور جا بسی تھی۔ اب اگے وہاں کچھ تھا تو محض گہرا افسوس!!!

..____________________________..

وہ آج اسے مختلف لگ رہی تھی۔ بے حد مختلف!!!

اسے مختلف کیا چیز بنا رہی تھی؟؟ شاید آنکھوں کی سرخی اور بیگانہ پن!!!

ایک دم وہ دکھتے ہوئے سر کو دونوں ہاتھوں میں گرا کر ٹیبل پر جھک گئی۔

"شانی!!!!"

وہ بے تابی سے اسے پکارتا تیزی سے اس کی جانب لپکا۔ اس کے قریب پہنچ کر وہ اسے کندھوں سے تھامنے لگا تو وہ ایک دم اس کے ہاتھ جھٹک گئی مگر وہ برا منائے بغیر پھر سے اسے تھام کر سیدھا کرتا اپنے مقابل کر گیا۔

"کیا ہوا ہے مجھے بتاؤ؟؟ طبیعت خراب ہے تو چلو ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔"

وہ تفکر سے کہتا اسے اٹھانے لگا جب وہ ایک دم اٹھتی غصّے سے خود کو اس کی گرفت سے آزاد کروا گئی۔

"آپ کو سمجھ نہیں آ رہی کہ میں کیا بول رہی ہوں؟ جب ایک عورت کہہ دے کہ اسے ہاتھ نہ لگایا جائے تو فورا اس کی بات مان جانی چاہیئے ورنہ وہ خونخواری پر اترنے میں ایک لمحے بھی نہیں لگاتی!!!"

وہ بولی نہیں چیخی تھی جب کہ اس کے انداز پر غازان سکندر ششدر کھڑا رہ گیا۔

سامنے کھڑی یہ لڑکی کون تھی؟؟ یہ شانزے تو نہیں ہو سکتی تھی!!! اس کی شانزے ہو ہی نہیں سکتی تھی!!!

وہ اس کی ہر بات نظر انداز کرتا اسے اپنے قریب کرتا اپنی باہوں میں سمیٹ گیا تو وہ اس کے سینے میں چہرہ چھپاتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

غازان ایک بھی لفظ کہے بغیر چپ چاپ اسے سینے سے لگائے ایک بازو اسکی کمر کے گرد لپیٹے دوسرے ہاتھ سے اس کا سر تھپتھپاتا رہا۔ وہ بھی سب کچھ بھولے جی بھر کر رو دی۔

"شانی!!! بس کریں۔ آپ کا رونا مجھے بہت تکلیف دیتا ہے میری جان!!!"

وہ یاسیت سے بولا تو شانزے ہوش میں آتی ایک جھٹکے سے اس سے دور ہوئی۔

آفس کا دروازہ ناک ہوا تو وہ تیزی سے باتھ روم کی طرف بڑھ گئی کیوں کہ ایسی حالت میں کسی کے سامنے نہیں آ سکتی تھی۔

اس کے باتھ روم میں بند ہونے کے بعد وہ گہری سانس بھرتا اپنی کرسی پر بیٹھ جانے کے بعد آنے والے کو اندر آنے کی اجازت دے گیا۔

باتھ روم کے شیشے کے سامنے کھڑی وہ سرخ آنکھوں سے اپنا عکس دیکھتی جا رہی تھی۔ وہ کیا تھی اور کیا بن گئی تھی۔ کیا سوچتی تھی اور کیا ہو گئی۔ کیا چاہتی تھی اور کیا کر بیٹھی۔ کتنی مضبوط تھی اور کتنی بے بس ہو گئی۔

اچھی طرح چہرے پر پانی ڈالنے کے بعد وہ دس منٹ بعد اپنا حلیہ درست کرتی باتھروم سے نکل آئی۔

سامنے ہی وہ کرسی پر بیٹھا گہری سوچوں میں گم نظر آ رہا تھا۔ وہ دوسری نظر اس پر ڈالے بغیر ٹیبل سے اپنا ضروری سامان اٹھانے لگی جب وہ چونک کر ہوش کی دنیا میں واپس لوٹا۔ وہ کچھ بولنے ہی والا تھا جب دروازے پر دوبارہ دستک سنائی دی۔ آنے والا مینیجر تھا۔

وہ انہیں باتوں میں مصروف دیکھتی وہاں سے نکلنے لگی جب وہ ایک دم اسے پکار گی۔

"مس شانزے!!! کل شیراز گروپ آف انڈسٹریز کے ساتھ میٹنگ ہے جس کے لئے ہمیں آج رات ہی کراچی کے لئے نکلنا ہے۔ گاڑی آپ کو ٹھیک سات بجے آپ کے گھر سے پک کر لے گی۔"

غازان سکندر کی متوازن آواز پر وہ سر ہلاتی آفس سے نکل گئی۔ اس کا سر شدید دکھ رہا تھا۔ وہ کچھ دیر آرام کرنا چاہتی تھی۔

..______________________________..

"ڈاکٹر صاحب جلدی چلیں زوہا بے بی سیڑھوں سے گر گئی ہیں ان کے سر پر چوٹ لگی ہے خون بہہ رہا ہے۔"

وہ جو اپنے آفس میں بیٹھا ایک پیشنٹ کو چیک کر رہا تھا نرس کے پیغام پر سب چھوڑتا تیزی سے زوہا کے کمرے کی طرف بھاگا۔

سامنے ہی وہ بیڈ پر بیٹھی چیخ رہی تھی۔ خون کنپٹی سے بہت گردن تک جارہا تھا۔ چہرہ آنسوؤں سے تر تھا اور وہ شدید تکلیف سے چیختی چلی جارہی تھی۔ اسے یوں دیکھ کر عبداللہ سکندر کا دل گھبرا اٹھا۔

ڈاکٹر لاریب اس کی پٹی کرنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی مگر زوہا کسی کو اپنے قریب نہیں انے دے رہی تھی۔

وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھتا اس کے بلکل قریب کھڑا ہو گیا۔

"زوہا یہ کیا کر بیٹھی ہو؟؟"

وہ اس کے قریب کھڑا ہوتا اس کا چہرہ اور سر قریب سے دیکھتا بولا تو اس کی آواز سن کر اسے اپنے سامنے پاتی وہ روتے ہوئے اس سے لپٹ گئی۔ عبداللہ سکندر کا سفید کوٹ اس کے خون سے لال ہونے لگا۔

وہ ڈاکٹر لاریب کو اشارہ کرتا ان کے ہاتھ سے اوزاز تھام گیا تا کہ اس کے زخم کو ٹانک سکے۔

لاکھوں جتن اور اسے باتوں میں بہلانے کے بعد بالآخر وہ پورے ایک گھنٹے کے بعد اس کی پٹی کرنے میں کامیاب ہو ہے گیا۔

اس کے بعد سب چلے گئے تو کمرے میں صرف عبداللہ سکندر زوہا اور نسرین ہی بچے۔

"نسرین آپ ایسا کریں زوہا کے لئے سوپ لے آئیں۔ پھر اسے میڈیسن بھی دینی ہے۔"

عبداللہ کی بات پر وہ سر ہلاتی کمرے سے نکل گئی تو عبداللہ سکندر کرسی گھسیٹ کر زوہا کے بیڈ کے قریب کر تا بیٹھ گیا تو بیڈ پر لیٹی زوہا اس کا ہاتھ تھام گئی۔

"درد ہو رہا ہے مجھے !!!"

اس کا ہاتھ تھامے وہ آنسو بھری آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتی بولی تو عبداللہ سکندر کے دل کو کچھ ہوا۔ وہ تھوڑا مزید آگے کو کھسکتا ہولے ہولے اس کا سر دبانے لگا۔

"چوٹ کیسے لگی زوہا بے بی کو؟؟ اور زوہا جھوٹ بلکل نہیں بولے گی کیوں کہ وہ اچھی بچی ہے!!!"

وہ نرمی سے اسے پچکارتا بولا کیوں کہ جانتا تھا اکثر ہی وہ الٹے کام کر کے ڈنڈی مار جاتی تھی۔

"میں ریلنگ سے لٹک کر جھولے لے رہی تھی پتا نہیں کیسے گر گئی۔"

اس کی بات پر عبداللہ کے چودہ طبق روشن ہو اٹھے۔ وہ ہسپتال کی سیڑھیوں کے ساتھ لگی ریلنگ سے جھولے لے رہی تھی۔ وہ نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔

"دیکھو کتنی چوٹ لگ گئی۔ خون بھی نکلا اور درد بھی ہوا۔ آج کے بعد زوہا بے بی ایسا بلکل نہیں کرے گی۔ اگر جھولے لینے ہوں تو مجھے بتانا میں خود اپنے بے بی کو پارک میں جھلوں پر لے کر جاؤں گا۔ اوکے نا؟؟"

وہ محبت بھری نرمی سے بولا تو وہ اس کی آفر پر خوش ہوتی کھلکھلاتی سر ہلا گئی۔ اس کی پیاری سی مسکراہٹ دیکھتے عبداللہ سکندر بھی پر سکون ہوتا مسکرا دیا۔

..________________________..

ماں سے اجازت لیتی وہ باہر نکل آئی جہاں سامنے ہی آفس کی گاڑی کھڑی اس کی منتظر تھی۔ اسے باہر نکلتے دیکھ کر ڈرائیور آگے بڑھتا اس کے ہاتھ سے اس کا بیگ تھام کر گاڑی میں رکھنے لگا۔

ڈرائیور کے دروازہ کھولنے پر وہ مصروف سے انداز میں اندر بیٹھی پر اگلے ہی لمحے ناک کے نتھنوں سے ٹکرانے والی خوشبو محسوس کرتی چونک کر گردن گھما کر دیکھنے لگی جہاں وہ پوری شان سے براجمان تھا۔

ڈرائیور آکر گاڑی میں بیٹھا تو وہ بہت کچھ کہنے کی حسرت دل میں لئے لب بھینچ کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ غازان نے بھی اس سے کوئی بات نہ کی تھی یوں پورا راستہ خاموشی سے گزر گیا۔

وہ ائیرپورٹ پر پہنچے تو تین لوگ مزید وہاں موجود تھے جنھیں ان کے ساتھ جانا تھا۔

باقی کا راستہ بھی خاموشی سے کٹا تھا۔ کراچی ہوٹل پہنچ کر سب اپنے اپنے کمرے کی طرف چل دیے کیوں کہ کل کی اہم میٹنگ کی تیاری کے لئے فریش ہونا ضروری تھا۔ شانزے کا کمرہ غازان سکندر کے کمرے کے بلکل

سامنے تھا۔ وہ بغیر ایک بھی لفظ کہے اپنا بیگ پکڑتی اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

تھکاوٹ اتنی تھی کہ کچھ ہی دیر میں اس کی آنکھ لگ گئی۔

اگلے دن ناشتے سے فارغ ہو کر سب میٹنگ کی تیاری میں ہی مصروف رہے۔

میٹنگ شام بھی میں تھی اور بہت اچھے سے ہو گئی تھی۔ امید کے مطابق ان کی کمپنی کے بنائے گئے ڈیزائن سب سے زیادہ پسند کرتے انہیں کنٹریکٹ دیا جا چکا تھا۔

اسی خوشی میں ڈنر پر غازان کی طرف سے سب کو ٹریٹ دی گئی تھی۔ کھانے کے دوران بھی غازان کی نظریں شانزے پر جمی تھیں جب کہ شانزے کی نظریں کھانے پر۔ کھانے سے فارغ ہوتی وہ سب سے پہلے اپنے کمرے میں بند ہوئی تھی

ہر رات کی طرح آج بھی وہ نم آنکھیں لئے بیڈ کی پائینتی سے ٹیک لگائے زمین پر بیٹھی سوچوں میں گم تھی۔ ایک دم دروازے کے پار ہوتی ہلکی سے ہلچل نے اس کی سوچوں میں خلل ڈالا تو وہ ایک دم سیدھی ہو بیٹھی۔

ایک میٹنگ کے سلسلے میں وہ اپنے باس کے ساتھ اسلام آباد سے کراچی آئی ہوئی تھی۔ میٹنگ شام میں ہو چکی تھی مگر انہیں کل صبح واپسی کے لئے نکلنا تھا اس لئے آج کی رات وہ ہوٹل میں رکے تھے۔

ڈنر کرنے کے بعد وہ کمرے میں آکر دروازہ بند کر چکی تھی۔ اسے اچھے سے یاد تھا کہ اس نے دروازے کو لاک لگایا تھا۔ اس کی نظر اچانک گھڑی کی طرف اٹھی جو رات کے بارہ بجا رہی تھی۔

اس سے پہلے وہ مزید کچھ سوچتی کلک کی آواز سے دروازہ کھلا اور ایک مرد کمرے میں داخل ہونے لگا۔ یہ مرد اور کوئی نہیں بلکہ اس کا بوس تھا۔

"آپ رات کے اس پہر میرے کمرے میں کیا کر رہے ہیں سر؟؟"

وہ سامنے کھڑے وجود کو اپنے کمرے میں داخل ہوتا دیکھ کر ایک دم پوچھ بیٹھی جب مقابل اس کے سوال کو نظر انداز کرتا اپنے پیچھے دروازہ بند کرنے لگا۔

"یہ۔۔۔یہ دروازہ کیوں لاک کر رہے ہیں آپ؟؟"

اسے لاک لگاتے دیکھ وہ گھبرا اٹھی پر اس کی پوری کوشش تھی کہ خود کو بااعتماد ظاہر کرے۔سامنے کھڑے شخص سے یوں بھی اسے ایسی امید ہرگز نہ تھی۔

"کیا آپ اس بات سے واقعی انجان ہیں؟؟"

اس کے قریب آتا وہ اسے گہری نظروں سے دیکھتا بولا تو وہ اس کے معنی خیز انداز پر لب بھینچ گئی۔

"کیا ہماری ایک دوسرے سے اس قدر پہچان رہ چکی ہے سر؟؟"

وہ بے لچک انداز میں مستفسر ہوئی تو اس کے لہجے کی کاٹ محسوس کرتا مقابل مرد تکلیف سے آنکھیں میچ گیا مگر یہ صرف لمحے بھر کا ہی کھیل تھا۔ لمحے کے گزر جانے کے بعد وہ خود پر واپس وہی سخت خول چڑھا گیا۔

"ایک دوسرے کے دل کا حال جان لینے میں آخر وقت ہی کتنا لگتا ہے!!"

وہ ایک دم اس کے قریب جھک کر سرگوشی نما انداز میں اسے باور کرواتا بولا تو اس کی نزدیکی پر وہ تیش میں آتی اپنے دونوں ہاتھ اس کے سینے پر جماتی اسے پیچھے دھکیلنے ہی لگی تھی جب ایک دم دھماکے کی آواز سے کمرے کا دروازہ کھلا اور کیمروں کی چکاچوند روشنی اور لوگوں کا جم گفیر کمرے میں داخل ہوتا انہیں بوکھلا گیا۔

"جی تو ناظرین جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں رات کے بارہ بجے پاکستان کے مشہور اور نامور بزنس مین غازان سکندر اپنی جوان سالہ خوبصورت سیکرٹری شانزے جلال کے ساتھ ایک بند کمرے میں پائے گئے ہیں۔ دونوں

فریقین کے مابین حد درجہ نزدیکی اور قربت سے آپ سب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دونوں کے درمیان ناجائز تعلقات۔۔۔۔"

اس سے پہلے کہ چیخ چیخ کر کیمرے کے سامنے بولتا رپورٹر اپنا جملہ مکمل کرتا غازان سکندر اپنے ساتھ کھڑی تھر تھر کانپتی شانزاے کو اپنے پیچھے کرتا اس رپورٹر کا مائک کھینچ کر دیوار میں مارنے کے بعد اس کے منہ پر پوری قوت سے مکا جڑ گیا۔

"اگر ایک لفظ مزید کہا تو مجھے تمہاری زبان کاٹ کر بھوکے کتوں کے آگے پھینک دینے میں رتی برابر افسوس بھی نہیں ہو گا!!!"

وہ اس کے چہرے پر ایک اور مکا جڑتے سرد آواز میں غرایا تھا۔

اس کی دیوانگی دیکھتے پیچھے کھڑی شانزے خوف اور ذلت کے باعث چیختی اگلے ہی پل دونوں ہاتھ سختی سے اپنے منہ پر جماتی زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ برسوں کی کمائی عزت پل بھر میں راکھ ہوتی نظر آرہی تھی۔

اس کا خوف حقیقت کا روپ دھارے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ شور سن کر ہوٹل کا مینیجر بھی وہاں آ چکا تھا۔

"اگر ایک منٹ کے اندر اندر یہ سب تماشہ ختم نہ ہوا تو تمہارے اس ہوٹل کو بند کروانے میں دو سیکنڈ بھی نہیں لگیں گے مجھے اور ہاں اس رپورٹر کو ٹھیک پانچ منٹ بعد میرے کمرے میں لے کر آنا۔"

وہ سرد آواز میں غرایا تو مینیجر بوکھلاتا ہوا اس کے حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ رش ختم ہوتے ہی وہ دروازہ بند کرتا تیزی سے شانزے کے قریب آیا۔

"شانی پلیز تم پریشان مت ہو میں سب کچھ ٹھیک۔۔۔۔"

وہ تیزی سے بولتا اسے تسلی دینے لگا جب وہ اس کے سینے پر دونوں ہاتھ رکھتی پورا زور لگا کر اسے پیچھے دھکا دے گئی۔

"خوش ہو جائیں آپ بھی اور آپ کا خاندان بھی!! یہی چاہتے تھے نا آپ سب؟؟ مجھے برباد اور بدنام کرنا چاہتے تھے۔ آپ تو مرد ہیں نا۔ جب ایک

مرد کے نام سے ایک عورت بدنام ہوتی ہے تو مرد کو بری الذمہ ہونے کے لئے ایک لمحہ اور عورت کو سرخرو ہونے کے لئے صدیوں لگتے ہیں۔مجھے ۔۔۔مجھے بدنام۔۔۔"

ضبط کھو کر چیختی وہ ایک دم حواس چھوڑتی زمین پر ڈھے گئی تو غازان سکندر سرخ آنکھیں لئے اسے اپنی باہوں میں بھرتا اس کی گردن میں چہرہ چھپا گیا۔اگلے چند لمحوں میں ہی وہ فیصلہ لے چکا تھا۔ایک ایسا فیصلہ جو بہت بڑی تباہی لے آتا مگر اب وہ فیصلہ لے چکا تھا اور ایک مرد جب فیصلہ لے لے تو کوئی مائی کا لعل بھی اسے پلٹنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔

اسے نرمی سے باہوں میں بھر کر بیڈ پر لٹا کر وہ اس پر چادر دیتا نرمی سے اس کا ماتھا چوم کر کمرے سے نکلتا باہر سے لاک لگا کر اپنے ایک آدمی کو دروازے کے باہر کھڑا کرتا خود اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

فیصلے کا وقت آ چکا تھا۔

..________________________________..

(ماضی)

وہ بدحواسی سے بھاگتی ہوئی سامنے سے آتے ہوئے ڈاکٹر کی طرف بڑھی۔

"ڈاکٹر میری بہن۔۔۔اس کے سر سے بہت خون نکل رہا ہے کوئی اس کا علاج کیوں نہیں کر رہا وہ۔۔۔وہ مر جائے گی !!!!"

وہ روتی ہوئی بولی تو اس کی بات سنتا ڈاکٹر اس کے ساتھ ایمرجنسی وارڈ کی طرف بڑھا جہاں شانزے سکندر کی بہن لہولہان پڑی تھی۔اس کی حالت دیکھنے کے بعد وہ وہاں کھڑی نرس سے کچھ ڈسکس کرنے لگا۔اس کی ماں اپنی زخمی بیٹی کے سرہانے کھڑی اونچی آواز میں روتی جا رہی تھی۔

"میرے ساتھ آئیں آپ!!!"

ڈاکٹر اسے کہتا کمرے سے باہر نکلا وہ بھی تیزی سے اس کے پیچھے لپکی۔ اس کی ماں بھی بے چین ہوتی ان کے پیچھے ہی نکل آئی تھی۔

کوریڈور میں رکتے ڈاکٹر ان کی طرف مڑا۔

"ہمیں فوری ان کا آپریشن کرنا ہو گا۔ آپ جتنی جلد ہو سکے تین لاکھ روپے جمع کروا دیجیئے تاکہ علاج میں مزید تاخیر نہ ہو!!!"

ڈاکٹر شانزے جلال سے کہتا وہاں سے نکل گیا۔

"تین۔۔۔ تین لاکھ!!!!"

وہ رقم سنتی بے یقین سی کھڑی رہ گئی۔ اتنی بڑی رقم وہ کہاں سے لاتی؟؟ باپ حیات نہیں تھا۔ بھائی کوئی تھا نہیں۔ ماں لاچار تھی۔ بہن لہولہان ہسپتال کے بیڈ پر پڑی تھی اور وہ خود کی ہفتوں سے جاب کے لئے ماری ماری پھر رہی تھی پھر کہاں سے آتی اتنی بڑی رقم!!!

وہ بہت اچھے سے جانتی تھی جب تک پیسے نہ ملتے یہ ڈاکٹرز کبھی اس کی بہن کا علاج نہ شروع کریں گے چاہے وہ اسی بیڈ پر پڑی جان دے دے۔

"امی آپ۔۔۔ آپ روئے مت۔میں۔۔۔میں جاتی ہوں انتظام کرتی ہوں آپ بس ڈاکٹرز سے گزارش کریں کہ وہ میری بہن کا علاج شروع کر دیں۔۔۔میں جارہی ہوں!!!"

وہ انہیں تسلی دیتی اپنا دوپٹہ سمبھال کر تیزی سے ہسپتال سے نکل گئی کیوں کہ اس کے پاس وقت نہیں تھا۔

قریب کھڑی ساری صورت حال کے تانے بانے بنتی رابعہ سکندر پورا لائحہ عمل ترتیب دیتی شانزے جلال کی ماں سکینہ جلال کی جانب بڑھی۔

"میں تمہیں تین لاکھ کی بجائے چارل لاکھ دے سکتی ہوں۔آپریشن کے بعد تم اپنی بیٹی کا باقی علاج بھی اچھے سے کرواسکتی ہو بدلے میں بس ایک چھوٹا سا کام کرنا ہو گا!!!"

سکینہ سکندر اپنے سامنے کھڑی اس ماڈرن اور خوبصورت خاتون کی بات کر چونک سی گئی۔ اگلے ہی لمحے وہ پرجوش سی رابعہ سکندر کے قریب ہوئی۔

"کک۔۔۔ کون سا کام؟؟ آپ جو کام کہیں گی ہم کر دیں گے بس خدا کا واسطہ میری بچی کو بچالیں!!!"

وہ آنسو بہاتی رابعہ سکندر کے آگے ہاتھ جوڑ گئی تو انھیں اس کے آنسوؤں سے کوفت ہونے لگی۔ سکینہ اچھے سے جانتی تھی کہ شانزے کسی بھی صورت میں آدھی رقم بھی اکٹھی نہیں کر سکتی تھی۔ اب جب قدرت موقع دے رہی تھی تو وہ کیوں اسے گنواتی۔

"زیادہ مشکل کام نہیں ہے بس یہ کرنا ہے کہ۔۔۔۔"

وہ آہستہ آہستہ اسے سارا کام سمجھانے لگی جسے سنتی سکینہ جلال ساکت سی ہو گئی۔ دماغ نے کہا فوری انکار کر دو پر دل میں بستی چھوٹی اور لاڈلی بیٹی کی محبت نے ایسا نہ کرنے دیا۔ وہ دھیرے سے سر ہلا گئی۔

"آدھے پیسے میں جمع کروادیتی ہوں اور ساتھ کنٹریکٹ پیپرز بنوالیتی ہوں۔ ان پر سائن ہوتے ہی باقی رقم بھی مل جائے گی تمہیں۔ چلتی ہوں تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔"

اکڑ کر کہتی وہ سر پر ٹکا چشمہ آنکھوں پر لگاتی مطلوبہ جگہ کی طرف بڑھ گئی۔ وہ اپنے چھوٹے بیٹے عبداللہ سکندر سے ملنے وہاں آئی تھی۔

..________________________..

چار گھنٹے بعد وہ تھکے تھکے قدموں سے جیولر کی شاپ سے نکل کر روڈ پر آگئی تا کہ کوئی رکشہ لے کر ہسپتال جا سکے۔

وہ اپنی سونے کی بالیاں اور لاکٹ بیچ آئی تھی۔ دو تین جاننے والوں سے کچھ پیسے اکٹھے کرنے کے بعد بھی کل ملا کر ایک لاکھ دس ہزار روپے ہوئے تھے۔

وہ غائب دماغی سے روڈ کراس کرنے والی تھی جب بلکل قریب سے ٹائر چرچرانے کی آواز سنتی وہ ہوش میں آئی تو دائیں جانب دیکھ کر دھک سی رہ گئی۔

اس کے پیروں کے بلکل قریب وہ سیاہ بڑی سی گاڑی رکی اور کوئی تیزی سے گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔

"محترمہ آپ کو لگی تو نہیں؟؟"

غازان سکندر سامنے گم سم سی بے حال لڑکی کو دیکھتا تفکر سے مستفسر ہوا تو وہ اسے بے دھیانی سے دیکھتی گئی۔

سامنے کھڑی لڑکی کی سرخی بھری سیاہ آنکھیں اور الجھی بکھری سیاہ زلفیں دیکھتے غازان سکندر کی آنکھوں میں جانے کیسا احساس جاگا تھا۔

"محترمہ آپ سن رہی ہیں؟؟"

وہ اسے دوبارہ پکار گیا تو شانزے جلال سر ہلاتی قدم آگے بڑھا گئی۔

"آپ کو کہاں جانا ہے؟؟ آئیں میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں مجھے آپ ٹھیک نہیں لگ رہی!!!"

وہ جانے کیوں زندگی میں پہلی بار کسی لڑکی کو ایسی پیشکش کر گیا مگر وہ سن کر بھی ان سنا کرتی پاس سے گزرتے رکشے کو ہاتھ دے کر روکتی اس میں سوار ہو کر چلی گئی تو غازان اس عجیب سی لڑکی کے بارے میں سوچتا اپنی گاڑی پر سوار ہوتا اپنی منزل کی جانب چل دیا۔

..________________________..

وہ بیگ کندھے پر درست کرتی ہسپتال میں داخل ہوئی تو سامنے ہی اپنی ماں کو ہسپتال کے لان میں بیٹھے پا کر تیزی سے ان کی طرف بڑھی۔

"امی آپ اندر چھوٹی کو اکیلا کیوں چھوڑ آئی ہیں؟؟ وہ ٹھیک تو ہے نا؟؟"

وہ انجانے خدشے تحت پوچھ اٹھی۔

"آپریشن شروع ہو گیا ہے۔ڈاکٹر نے کہا ہے پانچ گھنٹے لگیں گے۔"

ماں کی بات پر اس کی آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئیں۔

"پر امی آپریشن کے پیسے ؟؟؟"

اس کی بات پر سکینہ نظریں چرا گئی۔

"جمع کروا دیے ہیں۔سب باتیں چھوڑو فلحال اس کے لئے دعا کرو بس آپریشن کامیاب ہو جائے۔"

ان کی بات پر وہ سر ہلاتی ان کے ساتھ ہی بیٹھ کر دعا کرنے گی مگر دماغ اسی بات پر اٹکا تھا کہ اتنی بڑی رقم کہاں سے آئی۔

..________________________..

پانچ گھنٹے چھے گھنٹوں میں تبدیل ہو چکے تھے۔ وہ ماں بیٹی بے چینی سے ڈاکٹر کے باہر آنے کا انتظار کر رہی تھیں جب بالآخر آپریشن تھیٹر کی بتی بند ہوئی اور چند لمحوں کے بعد بعد ڈاکٹرز باہر نکلے۔

شانزے تیزی سے ڈاکٹر کی طرف بڑھی۔

"مس شانزے آپریشن کامیاب ٹھہرا ہے اللہ کے کرم سے۔ کچھ گھنٹوں تک انہیں ہوش آجائے گا پھر ہی حتمی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ایک پریشانی کی بات ہے !!!"

ڈاکٹر کی بات پر وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

"ڈاکٹر عبداللہ آپ کو باقی انفارمیشن دیں گے مجھے ایک اور سرجری کے لئے جانا ہے۔ ایکسکیوز می !!!"

ان کے جانے کے بعد شانزے ڈاکٹر عبداللہ سکندر کی طرف متوجہ ہوئی۔ کالی پینٹ اور کالی ہی شرٹ پر سفید کوٹ پہنے آنکھوں پر چشمہ لگائے وہ ایک اچھے خاصے ہینڈسم ڈاکٹر تھے۔

"دیکھیں مس انھیں دماغ پر اندرونی چوٹ آئی ہے۔ جو ان کی کنڈیشن ہے اس میں انسان اپنی زندگی کے کچھ سال بھول کر پیچھے چلا جاتا ہے۔ یہ چند سال اس کی سوچ سے بلکل محو ہو جاتے ہیں۔ اس دوران ملے لوگوں کو بھی وہ پہچان نہیں پاتا۔ زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں یہ کنڈیشن مستقل نہیں ہوتی۔ اسے ٹھیک ہونے میں چند ماہ یا پھر چند سال بھی لگ سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے اچھی دیکھ بھال اور علاج سے وہ بہت جلد صحت یاب ہو جائیں گی بس آپ نے ہمت نہیں ہارنی۔"

وہ نرمی سے اپنی بات مکمل کرتا شانزے کے سر پر ہاتھ رکھتا وہاں سے چلا گیا تو دونوں ماں بیٹی ایک دوسرے کے کندھے سے لگتی اپنا غم آنسوؤں کی صورت بہانے لگیں۔

..______________________..

وہ بیڈ روم میں داخل ہوا تو اس کی بیوی ہمیشہ کی طرح کہیں جانے کو تیار کھڑی تھی۔ کالی سلیو لیس چھوٹی سی ٹوپ اور نیلی جینز کی چست پینٹ پہنے گہرا میک اپ کیے وہ غازان سکندر کا موڈ بری طرح خراب کر گئی۔

"رائنا کبھی تو ڈھنگ کے کپڑے پہن لیا کرو!!!"

وہ ناگواری سے اسے دیکھتا بولا تو اس کی بات پر رائنا سکندر آنکھیں گھما گئی۔

"اوہ کم آن ڈارلنگ!!! ہمیشہ اتنے تنگ نظر کیوں رہتے ہو تم۔ اچھے سے جانتے ہو ہماری سوسائٹی میں ایسی ڈریسنگ ہی چلتی ہے۔"

وہ نزاکت سے چلتی اس کے قریب آتی اس کے گال پر اپنے سرخ لپ سٹک سے رنگے لب رکھ گئی تو غازان سکندر لب بھینچ کر رہ گیا۔

"لیکن تم اچھے سے جانتی ہو مجھے یہ سب پسند نہیں!!!"

وہ اپنی بات پر زور دے کر بولا تو وہ اس کی بات نظر انداز کرتی خود پر ڈھیڑ سا پرفیوم سپرے کرتی اپنا موبائل اور پرس ہاتھ میں پکڑتی کمرے سے نکل گئی۔

غازان تلخی سے مسکراتا فریش ہونے کی غرض سے باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

..________________________..

زوہا کو ہوش آ چکا تھا مگر وہ اپنی زندگی کے بہت سے ماہ و سال بھول چکی تھی۔
ایک ایکسیڈنٹ اسے بہت پیچھے لے جا چکا تھا۔

بیس سال کی ہوتے ہوئے بھی اس کا دماغ دس سال کی بچی کی طرح ہو چکا تھا۔

اسے تھوڑی دیر ہوش آیا تھا مگر دواؤں کے زیر اثر وہ پھر سے غنودگی میں جا چکی تھی۔

وہ زوہا کا ماتھا چومتی صوفے پر بیٹھی سکینہ کے پاس چلی آئی۔

"امی آپریشن کے پیسے کہاں سے آئے؟ اتنا مہنگا علاج کہاں سے ہو رہا ہے؟ یہ وی آئی پی روم کیوں لیا گیا ہے؟؟ یہ سب کہاں سے اور کیسے ہو رہا ہے مجھے بتائیں پلیز!!!!"

وہ ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتی مستفسر ہوئی تو سکینہ نظریں چرانے لگی۔ اس میں بتانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی مگر اسے حقیقت سے آگاہ کرنا ہی تھا وہ بھی جس قدر جلد ہو سکتا۔

"ایک خاتون ملی تھیں مجھے۔ بہت اچھا رشتہ ملا ہے تمہارے لئے۔"

ان کی بات پر شانزے حیرت سے انہیں دیکھنے لگی۔ سوال گندم جواب چنا والا حساب تھا یہ۔

"امی میں آپ سے زوہا کے علاج کے پیسوں کے متعلق پوچھ رہی ہوں اور آپ کون سی باتیں لے کر بیٹھ گئی ہیں۔"

شانزے کی بات پر سکینہ آنکھیں چرا گئی۔

"امی مجھے سچ سننا ہے پلیز !!!!!"

کوئی بات تو ضرور تھی جو اس کا دل کھٹکا رہی تھی تبھی وہ دوٹک الفاظ میں پوچھ اٹھی۔

"دیکھو شانزے میری بات بہت غور سے سنو میری جان !!! یہ جو ڈاکٹر عبداللہ ہیں نا!!! ان کی والدہ آئی تھیں اور بس اتفاق سے انہوں نے ہماری پریشانی سن لی۔ دراصل ان کے بڑے بیٹے کی شادی کو چار سال ہو چکے ہیں۔ اس کی بیوی بانجھ ہے۔ اسے بچے کی خواہش ہے۔ وہ خاتون چاہتی ہیں کہ تمہاری شادی ان کے بیٹے سے کر دی جائے۔ اس کے لئے انہوں نے آپریشن سے لے کر علاج تک سارا خرچہ اپنے زمے لے لیا ہے۔"

ان کی بات پر شانزے کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ یوں محسوس ہوا جیسے ہسپتال کی چھت س کے سر پر آ گری ہو۔

"امی آپ ۔۔۔ آپ کیسے یہ سب کر سکتی ہیں اور ۔۔۔ اور میں اپنی بہن کے لئے اس سے شادی کر بھی لیتی تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی لڑکی سے اپنے بیٹے کی شادی کر سکتی تھی مگر شادی کے لئے اس طرح کی شرط کیوں ؟؟"

یہ سوچ اسے بری طرح الجھا چکی تھی۔

"دیکھو بیٹا وہ ان کی خاندانی بہو ہے اور وہ نہیں چاہتے اس کا عیب کسی پر عیاں ہو۔ یہ شادی محض اولاد کے لئے ہو گی اور وہ بچہ ان کی پہلی بہو کا ہی کہلایا جائے گا۔ دنیا کی نظر میں وہ بچہ ان کی اس بہو کا ہی ہو گا۔"

ان کی باتوں پر شانزے کا دماغ ماؤف ہوتا جا رہا تھا۔ کان جو کچھ سن رہے تھے دماغ اس کا یقین نہیں کر پا رہا تھا اور دل تھا کہ انجانے خوف کے باعث ڈوبتا چلا جا رہا تھا۔

"آپ نے اپنی بیٹی کو بیچ دیا؟؟ ایک ماں نے ممتا کا سودا کر دیا؟؟؟"

اس کے بے یقین آواز سنتے سکینہ جلال شرمندگی سے نظریں جھکا گئی۔

"بتادیجئے گا کس دن میری بولی لگنی ہے!!!!"

کچھ دیر یوں ہی بے یقین بیٹھنے کے بعد وہ سپاٹ چہرہ لئے وہاں سے اٹھتی مردہ قدموں سے چلتی ہسپتال سے باہر نکل گئی۔

..________________________..

"وہاٹ!! یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ مام ہوش میں تو ہیں؟؟"

ان کی بات سن کر وہ چیخ ہی تو اٹھا تھا۔

"اس میں اتنی حیرت والی کون سی بات ہے غاز!! نکاح کروا کے بچہ پیدا کروائیں گے کوئی ناجائز طریقے سے تھوڑی!!!"

ان کی لاپرواہی سے کی گئی بات پر غازان کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

"اچھا!!! اور بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کی ماں کا کیا مستقبل ہو گا؟؟"

وہ طنزیہ لہجے میں بولتا اپنے غصّہ کنٹرول کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

"ہمیں صرف بچے سے غرض ہے۔ ہمیں ہمارا بچہ دے اور ہم بدلے میں اسے مزید دولت دیتے کسی اچھے لڑکے سے بیاہ دیں گے۔ ساری زندگی عیش کرے گی۔"

ان کی باتیں سن کر غازان کو لگ رہا تھا کہ اس کا ضبط جواب دے جائے گا تبھی ایک جھٹکے سے وہاں سے اٹھ گیا۔

"میں ایسا بلکل نہیں کروں گا مام!!! میں کسی کی زندگی تباہ نہیں کروں گا بلکل بھی۔ رائنا بھی اس بات کی اجازت کبھی نہیں دے گی!!!"

وہ اپنی بات کہتا وہاں سے جانے لگا تو رابعہ سکندر اسے آواز دے کر روک گئی۔

"تم انکار نہیں کر سکتے غاز!!! اتنے سالوں سے تم دونوں بھائیوں کو بغیر تمہارے باپ کے اکیلے پالا ہے میں نے۔ تم لوگ اگر اس مقام پر ہو تو

صرف میری وجہ سے۔ میری بات کا انکار کیا تو قیامت کے دن اپنا دودھ نہیں بخشوں گی تمہیں۔"

یہ واحد زنجیر تھی جو غازان سکندر کے بڑھتے قدموں کو ہمیشہ روک لیا کرتی تھی۔ اب بھی یہی ہوا تھا۔ اس کے آگے بڑھتے قدموں کے ساتھ ساتھ اس کے ارادے بھی ساکت ہو چکے تھے۔

"ویسے بھی رائنا کو بس اولاد سے مطلب ہے۔ پھر اس کے لئے تم شادی کرو یا نہ کرو اسے اس بات سے فرق نہیں پڑتا۔ اسے بس تمہارا خون تمہاری اولاد چاہئے"

آخری کیل بھی ٹھونک دی گئی تھی۔ غازان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ کرب سے بھرپور مسکراہٹ۔

"یہ تماشہ کب رچایا جائے گا ؟؟ اور کون سی لڑکی قربان کی جائے گی ؟؟"

اس کے سوال پر رابعہ سکندر ناگواری سے اسے کچھ سنانے لگی پھر کچھ سوچ کر چپ کر گئی۔

"لڑکی میں دیکھ چکی ہوں سب کچھ فائنل ہو گیا ہے بس اسی سنڈے کو رکھ لیتے ہیں نکاح!!!"

اس کی رائے لینا ضروری سمجھا ہی نہ گیا تھا۔ سب کچھ فائنل ہوا اور اسے حکم سنا دیا گیا۔ بسسس!!! ہمیشہ سے یہی تو ہوتا آیا تھا اس کے ساتھ۔

"اوکے میں تیار رہوں گا"!!!

مختصر جواب دیتا وہ تیز تیز قدم اٹھاتا وہاں سے نکل آیا تو اپنی کامیابی پر رابعہ سکندر بھرپور انداز میں مسکرا دی۔

..________________________..

"سسٹر یہ اتنا شور کیوں ہو رہا ہے؟؟"

وہ اپنے آفس سے نکلا تو اسے غیر معمولی شور سنائی دیا جس پر وہ پاس سے گزرتی نرس سے پوچھنے لگا۔

"ڈاکٹر عبداللہ جس لڑکی کا دماغ کا آپریشن ہوا تھا وہ جب بھی دوائی کا وقت ہوتا ہے یوں ہی چلانے لگتی ہے۔ آپ تین دن سے یہاں نہیں تھے اس لئے آپ کو نہیں اب تک پتا!!"

نرس کی بات پر وہ سر ہلاتا اسی کمرے کی طرف بڑھ گیا جہاں زوہا جلال ایڈمٹ تھی.

"جب میں نے کہہ دیا کہ نہیں کھانی تو بس نہیں کھانی۔"

وہ سامنے کھڑی نرس کا ہاتھ جھٹک کر چیختی بولی تو عبداللہ سکندر نفی میں سر ہلاتا اس کی طرف بڑھا۔

"ارے!!! یہ اتنا پیارا بے بی کیوں چیخ رہا ہے!!!"

وہ اس کے قریب آتا بولا تو زوہا تیزی سے سر گھماتی اس کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ اس کی فائل پکڑ کر چیک کرنے لگا جب کہ زوہا یک ٹک اسے دیکھتی رہی۔

"زوہا بے بی تو اتنی پیاری اور اچھی ہے پھر ایسے گندے بچوں کی طرح چیخ کیوں رہی ہے!!!"

وہ اسے بچوں کی طرح پچکارتا بولا کیوں کہ اس کا دماغ بیس سالہ لڑکی سے دس سالہ بچی تک پہنچ چکا تھا۔ اسے اسی کے طریقے سے ہینڈل کیا جا سکتا تھا۔

"ہینڈسم ڈاکٹر یہ سب بہت گندی ہیں۔ زوہا کو اتنی کڑوی دوائی دیتی ہیں۔ زوہا کو نہیں کھانی!!!"

وہ اس کے نرم انداز پر پر سکون ہوتی نرسوں کی شکایات لگانے لگی۔

"زوہا بے بی کو، ہیلتھی ہونے کے لئے میڈیسن تو کھانی ہی پڑے گی نا پر ہم زوہا بے بی کو ایک انعام دے سکتے ہیں یہ گندی دوائی کھانے کا!!!"

وہ اس کے بیڈ کے قریب چیئر گھسیٹ کر بیٹھتا ہوا بولا تو زوہا جو دوائی کے نام پر برا سامنہ بنا رہی تھی ایک دم کھل اٹھی۔

"کیسا انعام ہینڈ سم ڈاکٹر ؟؟"

وہ پر جوش ہوتی پوچھنے لگی تو اس کا جوش دیکھتے عبداللہ سکندر بے ساختہ ہنس دیا.

"ہوسپٹل کا لان بہت بڑا اور پیارا ہے۔ اس میں بہت زیادہ پھول بھی لگے ہوئے ہیں کیا زوہا دیکھنا چاہے گی ؟؟"

اس کی بات پر تو زوہا باقاعدہ اپنی جگہ سے اچھل پڑی۔

"پلیز ہینڈ سم ڈاکٹر مجھے لان میں جانا ہے۔ میں یہاں رہ رہ کر بور ہو گئی ہوں۔ پلیز ڈاکٹر پلیز پلیز پلیز !!!"

وہ بے صبری سے بولتی اس کے قریب ہوئی تو عبداللہ سکندر ہنستا ہوا نفی میں سر ہلا گیا۔

"ضرور لے کر جاؤں گا پر اس کے لئے پہلے زوہا کو یہ میڈیسن کھانی ہو گی تا کہ زوہا میں طاقت آئے اور وہ پورا لان گھوم سکے !"

وہ میڈیسن ہاتھ میں پکڑ کر ہاتھ اس کے آگے بڑھاتا بولا تو وہ برے منہ کے ساتھ میڈیسن پکڑ کر منہ میں ڈال گئی تو نسرین نے جلدی سے اس کے منہ سے پانی کا گلاس لگایا۔

"کھالی !! اب چلیں ؟؟؟"

میڈیسن کھا کر وہ ہاتھ کی پشت سے ہونٹ صاف کرتی تیزی سے بولی تو وہ عبداللہ سکندر نفی میں سر ہلاتا اسے احتیاط سے اپنے ساتھ لئے لان کی طرف چل دیا۔

اس کی موجودگی میں پر سکون ہوتی وہ اب نان اسٹاپ بولتی عبداللہ سکندر کے کان کھا رہی تھی۔

..________________________..

وہ سر جھکا کر اپنے خالی ہاتھوں کی ہتھیلیوں میں موجود لکیروں کو گھور رہی تھی۔ پھر اس نے نظر اٹھا کر سامنے آئینے میں نظر آتے اپنے عکس کو دیکھا۔

بلکل سادہ سفید لباس میں سفید ہی دوپٹہ سر پر اوڑھے ہر طرح کی زیب و آرائش سے پاک اس کا وجود ساکن تھا۔ وہ ایک دلہن تھی۔ پر کیا واقعی دلہنیں ایسی ہوتی ہیں؟؟ اس کے دل کے کسی خانے سے یہ آواز اٹھی تھی جسے وہ سختی سے دبا گئی۔

ابھی کچھ دیر پہلے ہی قاضی صاحب اس سے نکاح کی رضامندی اور نکاح نامے پر سائن لے کر گئے تھے۔ آج وہ کسی اور کے نکاح میں جا چکی تھی۔ ایک ایسے انسان سے جڑ چکی تھی جس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی سوائے اس بات کے کہ وہ ایک بے اولاد امیر زادہ ہے جسے اپنی اولاد پیدا کرنے کے لئے ایک باندی چاہئے تھی جو آج اسے مل گئی۔

وہ مزید سوچوں میں ڈوبتی جب اس کی ماں اندر آئی۔

"چلو شانزے جانے کا وقت ہو گیا ہے!!!"

وہ آج بھی بولتے ہوئے نظریں چرا رہی تھی۔ شانزے اپنی جگہ سے اٹھتی ان کی طرف بڑھی اور بلکل سامنے کھڑی ہو گئی۔

"امی جیسے میں نے ہمیشہ آپ کو ماں سے بھی بڑھ کر سمجھا ایسے ہی کاش آپ نے مجھے صرف بیٹی ہی سمجھا ہوتا۔ اللہ حافظ!!!"

ایک جملے میں اپنا دکھ بیان کرتی وہ سکینہ جلال کی وہیں ساکت چھوڑے کمرے سے باہر نکل گئی۔

صحن میں بیٹھی رابعہ سکندر اسے دیکھتے اپنی جگہ سے اٹھی اور اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتی گھر سے نکل گئی۔

شانزے سے نظریں گھما کر دیکھا تو اس کا تازہ تازہ بنا شوہر کہی بھی نظر نہ آیا۔ وہ سر جھٹکتی رابعہ سکندر کے پیچھے چل دی۔

اس کا شوہر شاید پہلے ہی وہاں سے جا چکا تھا کیوں کہ گاڑی میں اس کے اور رابعہ سکندر کے علاوہ صرف ڈرائیور ہی تھا۔ پورے راستے ان دونوں خواتین کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی تھی۔

گاڑی ایک بڑے سے گیٹ کو عبور کرتی ایک عالیشان گھر میں داخل ہوئی تھی۔ گاڑی رکی تو رابعہ سکندر اسے اپنے ساتھ آنے کا کہتی اسے ساتھ لئے اندر کی طرف بڑھ گئی۔

شانزے جلال خود کو اوپر سے جتنی بھی مضبوط ظاہر کرتی پر اندر سے اس کا دل سہم رہا تھا۔

رابعہ سکندر نے اسے بڑے اور خوبصورت لاؤنج کے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"رانی!!!!"

رابعہ سکندر نے آواز لگائی تو ایک کام والی فوراً وہاں حاضر ہو گئی۔

"کھانا لگاؤ ہم آرہے ہیں!"

ان کے حکم پر رانی سر ہلاتی وہاں سے غائب ہوئی تو رابعہ سکندر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

دیکھو شانزے تم اس نکاح کا مقصد بہت اچھے سے جانتی ہو اب میری ایک ایک بات بہت غور سے سننا!!!"

ان کی بات پر شانزے کا دل یک بارگی سے دھڑ کا تھا۔بظاہر وہ محض سر ہلا گئی۔

"تمہاری ماں نے تمہیں بتایا ہی ہو گا کہ غاز کی پہلی بیوی اولاد پیدا نہیں کر سکتی پر تم بھی یہ بات اچھے سے سمجھ چکی ہو گی کہ ہمارا سوسائٹی میں ایک نام ہے جسے ہم خراب نہیں کر سکتے۔ تمہاری اولاد دنیا کی نظر میں رائنا کی اولاد ہو گی۔ ہم تمہیں یہاں رکھ کر باتیں نہیں بنوا سکتے۔رائنا اپنی ماں کے پاس انگلینڈ جا رہی ہے کچھ عرصے کے لئے۔ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تم اور غاز کچھ ماہ کے لئے لاہور چلے جاؤ۔وہاں ہمارا آفس ہے جو غاز سنبھالے گا اور جیسے ہی خوش خبری ملے گی غاز واپس آجائے گا اور تم اپنی ماں کے گھر رہ سکتی ہو۔ ہم یہ اس لئے کر رہے ہیں تا کہ دنیا کی نظر میں تم نا آؤ اور ہم سب کو یہی بتایں گے کہ رائنا پریگننٹ ہے اور اپنی ماں کے پاس رہے گی ڈلیوری تک۔ سمجھ رہی ہو میری بات!!!!"

ان کی لمبی چوڑی تفصیل پر وہ محض سر ہلا گئی۔

"بس اتنا پوچھنا چاہوں گی کہ اس مقصد کے لئے میرا ہی انتخاب کیوں؟؟"

وہ دل میں مچلتا سوال لبوں پر لے آئی۔

"کیوں کہ میرا غاز بے حد خوبصورت اور وجیہ ہے تو مجھے اس کی بیوی بھی ایسی ہی چاہیئے تھی کیوں کہ مجھے اپنا پوتا بھی بہت خوبصورت چاہیئے۔ مڈل کلاس اکثر لڑکیاں اتنی خوبصورت نہیں ہوتی جتنی تم ہو۔ امید ہے تمھیں تمہارے سوال کا جواب ملگیا ہو گا۔"

شانزے سن پڑتے دماغ سے محض سر ہلا گئی۔ ہمت کہاں بچی تھی کچھ کہنے کی۔

اوپر دائیں طرف پہلا کمرہ ہے غاز کا وہاں چلی جاؤ۔ کل صبح کی فلائٹ ہے تم دونوں کی۔۔ رائنا ویسے بھی آج رات گھر نہیں آنے والی۔"

وہ حکم دیتی بولی تو شانزے کچھ بولے بغیر ان کے بتائے گئے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

..______________________________..

وہ دھڑکتے دل سمیت کمرے میں داخل ہوئی تو کمرہ خالی تھا۔ بس باتھ روم سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں الجھائے کمرے کے دروازے کے پاس کھڑی رہی۔ جب مزید دس منٹ بھی وہ باتھ روم سے باہر نہ آیا تو وہ جھجھکتی ہوئی صوفے پر بیٹھ گئی۔

مزید پانچ منٹ کے بعد باتھ روم کا دروازہ کھلا تو شانزے تیزی سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"آپ!!!"

ایک دوسرے پر نظر پڑتے ہی دونوں بیک وقت بول اٹھے۔ دونوں کی آنکھوں سے ہی حیرت جھلک رہی تھی۔ مگر یہ حیرت محض چند پل کی تھی اس کے بعد دونوں کے تاثرات ہی سپاٹ ہو گئے تھے۔

"آپ فریش ہو جائیں ہمیں لاہور کے لئے نکلنا ہے۔"

متوازن آواز میں کہتا وہ شیشے کے آگے کھڑا ہوتا اپنے بال بنانے لگا۔

"لیکن آپ کی ممی نے بولا کہ کل جانا ہے!!!"

وہ کچھ دیر پہلے کہی گئی رابعہ سکندر کی بات بتانے لگی۔

"کیا آپ کسی دوسری عورت کے بستر پر رات گزار لیں گی؟؟"

غازان سکندر اس کی طرف مڑتا بولا تو وہ استہزایہ ہنس دی۔

"کسی دوسری عورت کے شوہر کو بھی تو اپنا رہی ہوں نا۔۔۔بھلے کچھ عرصے کی ے لئے ہی سہی!!!"

وہ اپنی بات سے اسے لاجواب کر چکی تھی۔غازان چند لمحے ٹھہر کر سامنے کھڑی حسینہ کو تکے گیا۔وہ خوبصورت تھی۔بہت سے بھی زیادہ خوبصورت اور اسے اس قدر خوبصورت اس کے حسین نقوش کے ساتھ اس کے چہرے سے جھلکتی معصومیت بناتی تھی۔کالی گھٹاؤں سی لمبی زلفیں اور گھور

سیاہ آنکھیں، تیکھی ناک میں چمکتا چھوٹا سا نگ اور بھرے بھرے نازک لب!!!اس کی رنگت بہت سفید نہ تھی مگر ہلکی گندمی رنگت اس پر خوب جچتی تھی۔ وہ چند پل اسے دیکھتا رہا پھر دو قدم بڑھاتا اس کے نزدیک آیا۔

"کچھ عرصے کے لئے ہی سہی مگر ہوں تو شوہر ہی نا!!!اور مجھے قطعا منظور نہیں آپ ایک رات بھی اس کمرے میں رکیں۔ چلیں فریش ہو جائیں کھانا کھا کر ہمیں ابھی نکلنا ہے۔"

اس کی سنجیدہ آواز میں دیے گئے حکم پر وہ کسی روبوٹ کی مانند سر ہلاتی باتھ روم کی طرف بڑھ گئی جب کہ غازان کی پر سوچ نگاہیں بند دروازے پر جمی تھیں۔

..____________________..

وہ کھانا کھاتے ہی گھر سے نکل ائے تھے۔ انہیں اسلام آباد سے لاہور پہنچنے میں چار گھنٹے لگے تھے کیوں کہ وہ گاڑی پر سفر کر رہے تھے۔

اپارٹمنٹ پہنچتے رات کے دو بج رہے تھے۔یہ اپارٹمنٹ غازان نے پچھلے مہینے ہی خرید کر فرنش کروایا تھا۔

"شانزے اٹھیں ہم پہنچ گئے ہیں۔"

وہ نیم دراز ہو کر سوئی ہوئی شانزے کو آواز دینے لگا پر کہاں جانتا تھا کہ شانزے جلال نیند کی کس قدر پکی ہے۔

"شانزے!!!!"

وہ ہاتھ بڑھا کر اس کا نرم و ملائم گال تھپتھپانے لگا۔

"ہمم سونے دو ڈارلنگ!!!"

وہ ہنوز نیند میں گم منمنائی تو غازان سکندر کی آنکھیں پھیل گئیں۔ڈارلنگ ؟؟کیا واقعی ؟؟

"شانزے ہم گھر پہنچ گئے ہیں اٹھ جائیں شاباش اندر جاکر آرام سے سو جائیے گا۔"

وہ پھر سے اسے ہوش دلانے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کی طرف سے ملے گئے پیار بھرے نام پر دل معمول سے تیز دھڑکنے لگا۔

"تنگ مت کرو زوہا ڈارلنگ سونے دو ابھی!!!!"

وہ کسمساتی بولی اور یہ گئی بھینس پانی میں!!! غازان سکندر اپنی ہی میں سوچ پر خفت زدہ ہو کر رہ گیا۔

بلآخر وہ جھک کر اسے اپنے بازوؤں میں اٹھاتا اندر کی طرف بڑھ گیا تو ڈرائیور گاڑی وہاں سے لے گیا۔

اس کے کومل وجود کی حدت سے غازان سکندر کا وجود تپنے لگا۔ وہ نیند میں کسمساتی اس کے سینے میں منہ دے گئی تو غازان سکندر گہری سانس بھرتا اس پر سے اپنی نظر ہٹا گیا مگر وجود میں حل ہوتی حرارت کا کیا کرتا۔

کام والی ان کی آمد سے باخبر ہوتی پہلے ہی دروازہ کھول چکی تھی۔غازان اسے لیتا سیدھا بیڈ روم کی طرح بڑھتا اسے بہت نرمی سے بستر پر لیٹاتا اس پر کمبل دے گیا۔

اسے اچھے سے کوور کرنے کے بعد وہ چینج کرنے کی نیت سے بیگ سے کپڑے نکالتا باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

..______________________..

وہ معمول کے مطابق فجر کی پہلی اذان کے ساتھ ہی اٹھ گئی تھی۔اس نے اپنے موبائل پر اذان کا ریمنائینڈر لگایا ہوا تھا۔اٹھتے ہی اس کی پہلی نگاہ اپنے قریب تر لیٹے غازان سکندر پر پڑی تھی اور چند لمحے کے لئے وہیں جم کر رہ گئی۔

وہ جاگتے ہوئے جس قدر سرد مزاج لگتا تھا سوتے ہوئے اس قدر ہی معصوم لگ رہا تھا۔اس کے چہرے پر اس وقت بچوں کی سی معصومیت تھی۔

گرے نائٹ سوٹ پہنے تکیے کو باہوں میں بھینچے عنابی لب باہم پیوست کیے شہد رنگ بال ماتھے پر بکھرائے وہ اسے ہینڈسم سے زیادہ معصوم لگ رہا تھا۔

نماز کا خیال آیا تو وہ دھیرے سے بستر سے نکل آئی۔ غازان کی طرف آتے اس کی ٹانگوں پر پڑا کمبل اچھے سے اسے سینے تک اوڑھا دیا کیوں کہ ٹھنڈ کافی زیادہ تھی۔

نماز پڑھنے کے بعد وہ واپس بستر میں آگئی کیوں کہ کافی دن سے نیند پوری نہ ہو رہی تھی۔ وہ غازان کی طرف چہرہ کیے لیٹی اور پھر اسے دیکھتے دیکھتے ہی چند لمحوں میں ہی نیند کی وادی میں اتر گئی

..________________________________..

غازان کی آنکھ کھلی تو سینے پر محسوس ہوتے بوجھ پر اس نے نظر جھکا کر دیکھا تو ایک پل کے لئے دل رک سا گیا۔

وہ نازک کومل ساوجود اس کے سینے پر سر دھرے ایک ہاتھ سے اس کی شرٹ کو مٹھی میں جکڑے نیند میں گم تھا۔اس کا چہرہ بالوں سے ڈھکہ ہوا تھا۔ اسے شاید بال کھول کر سونے کی عادت تھی۔

غازآن کے دل میں بے ساختہ اس کا چہرہ دیکھنے کی خواہش ابھری تو وہ اپنا ہاتھ بڑھا کر نرمی سے اس کی سیاہ زلفیں اس کے چہرے سے ہٹا گیا۔اس کے چہرے پر پہلی نظر پڑتے ہی بے ساختہ غازان کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

بچوں کی طرح منہ کھولے سو رہی تھی اس کی تازہ تازہ بنی بیگم !!!

اس کے نیم والب دیکھتے وہ بے ساختہ ہی نظریں پھیر گیا۔وہ کسمسا کر اس کے مزید نزدیک ہوئی تو غازآن سکندر کے چہرے پر بے بسی چھا گئی۔وہ اسے دیکھ ہی رہا تھا جب اس کی نگاہوں کی تپش محسوس کرتی وہ آنکھیں کھول گئی۔سیاہ آنکھیں سیدھا شہد رنگ آنکھوں سے ٹکرائی تھیں۔

"اتنے سرد موسم میں جب حق حلال کی بیوی سارے فاصلے مٹاتی اس قدر قریب آجائے تو کون کافر ضبط کرتا خود کو ظلم کرے گا۔ سراسر ناانصافی ہے یہ تو !!!"

اسے یک ٹک اپنی طرف تکتا پاکر وہ گھمبیر لہجے میں بولا تو اس کا جملہ سمجھتی وہ ایک جھٹکے سے دور ہوئی پر کراہ کر اسی تیزی سے واپس اس کے قریب ہوئی۔

وہ جو اس کے دور ہونے پر کروٹ لینے والا تھا اس کے دوبارہ قریب آنے پر اس کے لب بے ساختہ شانزے کے گال کو چھو گئے جس پر دونوں کے وجود میں کرنٹ سا دوڑ گیا۔

"مم۔۔۔ میرے بال !!!"

اس عجیب سی سچویشن پر وہ نظریں جھکا کر روہانسی ہوتی بولی تو غازان جھک کر نرمی سے اس کے اپنی شرٹ کے بٹن میں الجھے بال چھڑوا گیا۔

"ہو گیا!!!"

وہ نرمی سے بولا تو وہ خفت کے مارے اس پر ایک نگاہ ڈالے بغیر تیزی سے بستر سے نکلتی باتھ روم میں بند ہو گئی۔

اس کے جانے کے بعد وہ سر جھٹک کر مسکراتا خود بھی بستر سے نکلتا روم ہیٹر آن کرنے لگا کیوں کہ اس کی زوجہ محترمہ یقیناً اب نہا کر ہی باتھ روم سے نکلنے والی تھی۔

..________________________..

ناشتہ کرنے کے بعد غازان اپنا لیپ ٹاپ لے کر بیٹھ گیا تو شانزے اپنا موبائل لیتی لاؤنج میں بیٹھ گئی۔ ڈاکٹر عبداللہ کا نمبر وہ ان سے لے چکی تھی۔ انھیں کال کر کے زوہا کی طبیعت کا پوچھنے کے بعد وہ موبائل رکھ کر بیٹھ گئی۔ پہلے دل کیا ماں کو بھی کال کر لے مگر جو انہوں نے شانزے کے ساتھ کیا تھا شانزے مر کر بھی نہیں بھول سکتی تھی۔

بے دلی سے وہ گلاس وال سے باہر دیکھنے لگی۔چائے کی طلب ہوئی تو وہ اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔ وہ چائے بنا رہی تھی جب غازان کچن میں داخل ہوا۔

"چائے بنا رہی ہیں ؟؟"

وہ اسے چولہے کے آگے کھڑا دیکھتا بولا تو وہ محض سر ہلا گئی۔

فری ہو کر آواز دے دیجیئے گا۔میرا ابھی چائے پینے کا موڈ ہو رہا ہے۔"

پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ اسے گہری نظر سے دیکھتا بولا تو وہ اس کی طرف مڑی۔

"آپ کے لئے بھی بنا رہی ہوں۔بس بن چکی ہے آپ جائیں روم میں لاتی ہوں میں !!!"

اس کے کہنے پر وہ خوش دلی سے مسکراتا سر ہلا کر کچن سے نکل گیا۔

پانچ منٹ کے بعد وہ چائے لیے بیڈ روم میں داخل ہوئی تو وہ بیڈ پر بیٹھا موبائل استعمال کر رہا تھا۔ وہ چائے کی ٹرے بیڈ پر رکھتی خود دوسری طرف آ کر بیٹھ گئی تو غازان موبائل سائیڈ پر رکھتا اس کی جانب مڑا۔

"اتنی ٹھنڈ میں صرف یہ باریک سی چادر میں گھوم رہی ہیں آپ۔ چلیں پہلے اٹھ کر جیکٹ پہنیں گرم شال لیں پھر بستر میں آ کر بیٹھیں۔"

دسمبر کا موسم چل رہا تھا ایسے میں اچھی خاصی سردی تھی۔

اس کی بات پر وہ بغیر کوئی جواب دیے خود پر کمبل درست کرنے لگی۔

"شانی آپ سے کہہ رہا ہوں میں !!!"

اس کے منہ سے اپنے لئے شانی سنتے وہ دل تھام گئی۔ کس نے یوں پیار سے پکارا تھا آج تک اسے ؟؟

"میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔ بستر میں بیٹھ گئی ہوں اب اٹھے گی تو سردی لگے گی مزید!!!"

وہ اسے دیکھے بغیر بولی تو وہ کمبل ہٹاتا بیڈ سے اتر گیا۔

"اتنے باریک کپڑوں میں سردی تو لگے گی ہی۔ آپ بیٹھی رہیں مجھے بتائیں کس بیگ میں پڑی ہے جیکٹ یا کوئی جرسی۔ میں لا دیتا ہوں اور صابرہ سے کہہ کر اپنا سامان بھی الماری میں سیٹ کروالیں آج!!!"

وہ اس کی سائیڈ پر آتا بولا تو شانزے گہرا سانس بھر گئی۔

"میرے پاس ایک ہی جیکٹ تھی جو ہسپتال رہ گئی ہے۔ میرے پاس یہ چادر ہے اس میں سردی نہیں محسوس ہو رہی!!!"

وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔ وہ ان لوگوں میں سے نہ تھی جو اپنی حقیقت چھپاتے۔ اگر وہ مشکل زندگی گزار رہی تھی تو اسے اس پر کوئی شکایت نہ

تھی۔ اس نے ہمیشہ اپنے لئے صرف بے حد ضرورت کی چیزیں ہی خریدی تھیں ورنہ وہ ہمیشہ صبر شکر کر لیا کرتی تھی۔

غازان چند پل یوں ہی کھڑا اسے دیکھتا رہا پھر الماری کی طرف بڑھ گیا۔ شانزے اسے اگنور کرتی اپنا کپ اٹھا گئی۔

"یہ پکڑیں اور پہنیں!!!"

دو منٹ کے بعد وہ پھر اس کے پاس موجود تھا۔ اس کی بات پر شانزے نے اس کی طرف دیکھا جو ہاتھ میں اپنی جیکٹ اور شال پکڑے کھڑا تھا۔

"دیکھ کیا رہی ہیں۔ چائے پی لیں پھر شاپنگ کرنے چلتے ہیں۔ خود پہن لیں گی یا میں پہنا دوں؟؟"

اس کی حتمی آواز پر وہ اس کے ہاتھ سے جیکٹ پکڑ گئی۔ شال بھی پکڑنے لگی جب وہ ہاتھ پیچھے کر گیا۔

"پہلے یہ پہن لیں پھر پکڑاتا ہوں!!!"

اس کی بات پر وہ جزبز سی ہوگئی۔وہ بھلا کیسے اس کے سامنے دوپٹہ اتار سکتی تھی۔

"جلدی کریں شانی چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

وہ پھر سے بولا تو وہ دھیرے سے چادر اتار کر ایک طرف رکھتی غازان کی جیکٹ پہننے لگی۔جیکٹ سے اٹھتی بھینی بھینی خوشبو شانزے کے حواسوں پر سوار ہونے لگی۔وہ جیکٹ پہن چکی تو غازان جھک کر اس کے کندھوں کے گرد اپنی مردانہ بادامی رنگ کی شال اوڑھاتا بیڈ کی دوسری سائیڈ پر چلا گیا۔

اس کی خوشبو اپنے اس قدر قریب محسوس کرتی شانزے آنکھیں بند کرتی گہرا سانس بھر گئی۔کس قدر محفوظ محسوس کر رہی تھی وہ اس وقت خود کو مگر جانتی تھی یہ سب وقتی ہے تبھی سر جھٹک کر چائے پینے لگی۔

جیکٹ اور شال سے اٹھتی غازان سکندر کی خوشبو اسے مسلسل اپنے حصار میں قید کیے ہوئے تھی۔

..____..

وہ اکڑے ہوئے کندھے اپنے ایک ہاتھ سے سہلاتا ہسپتال کے اس مخصوص کمرے میں داخل ہوا تو سامنے ہی وہ دونوں بازو سینے پر باندھے اسے گھورنے میں مصروف تھی۔

اس طرح کرتی وہ اس قدر فنی لگ رہی تھی کہ عبداللہ سکندر کی بے ساختہ ہی ہنسی چھوٹی تھی۔ اسے خود کی طرف دیکھتے ہوئے ہنستا ہوا پا کر زوہا کا چہرہ غصّے سے سرخ پڑ گیا۔

"کیا ہو گیا بھئی میرا بے بی اس قدر غصّے میں کیوں ہے آج!!!"

وہ ہلکے پھلکے انداز میں سوال کرتا اس کے بیڈ کے قریب کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"دو دن سے کہاں تھے آپ گندے ڈاکٹر؟؟؟"

اس کے طرز مخاطب پر عبداللہ سکندر کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"ایسا کون سا جرم ہو گیا مجھ معصوم سے کہ میں ہینڈسم ڈاکٹر سے گندے ڈاکٹر پر آ گیا۔ لوگوں کی پروموشن ہوتی ہے اور میری ڈی موشن ہو گئی!!!"

اس کی بات پر زوہا اسے بھرپور طریقے سے گھورنے لگی۔

"دو دن میرے پاس نہیں آئے۔ سب سے کہا آپ کو بلا دیں۔ کسی نے بھی میری بات نہیں مانی۔ امی بھی زوہا کو یہاں اکیلا چھوڑ کر گھر چلی گئی۔ زوہا سے کوئی پیار نہیں کرتا!!!"

وہ کہتی ایک دم چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر رو دی تو عبداللہ سکندر بوکھلا گیا۔

"زوہا کیا ہو گیا ہے یار!! میں ہوں نا۔ آئی ایم سوری میں مصروف رہا دو دن اس لئے نہیں آ سکا۔ آج کے بعد ایسا نہیں ہو گا۔ میں جتنا بھی مصروف رہوں تمھارے پاس ضرور آؤں گا۔ اور تمہاری امی بھی تو سارا وقت یہاں رہ کر تھک جاتی ہیں نا۔ تھوڑی دیر ریسٹ کرنے گئی ہوں گی آ جائیں گی واپس۔ چپ کر جاؤ نا پلیز مجھے روتو بچو بلکل اچھے نہیں لگتے۔"

وہ اسے سمجھاتا آخر میں شرارت سے بولا تو زوہا رونا دھونا بھول کر غصّے میں آتی دونوں ہاتھوں سے اس کے سینے اور بازوؤں پر مکے برسانے لگی جس کے جواب میں وہ اس سے اپنا بچاؤ کرتا ہنستا چلا گیا۔

..__________________________..

وہ شاپنگ کر کے جس وقت گھر لوٹے ہر طرف اندھیرا پھیل چکا تھا۔ شانزے کے لاکھ بار بار منع کرنے کے باوجود غازان اسے ضرورت کی ہر چیز

وافر مقدار میں دلا چکا تھا۔ شانزے سب دیکھتی سوچنے لگی کہ ایسا سب کچھ تو خواب میں بھی نہ سوچا تھا جو کچھ وہ اسے دلا چکا تھا۔

شاپنگ کرنے کے بعد وہ ڈنر باہر سے کر کے ہی گھر لوٹے تھے۔

شاپنگ بیگز سے لدے پھندے وہ آتے ہی صوفے پر ڈھیر ہو گئے۔

لاؤنج میں ہیٹر چل رہا تھا جس کی وجہ سے باہر کی نسبت اندر اچھی خاصی گرماہٹ تھی۔ اسے وہیں چھوڑ کر غازان چائے بنانے کچن کی طرف چل دیا۔ کام والی کے بیٹے کی طبیعت کچھ خراب تھی جس کی وجہ سے وہ شام کو چھٹی کر کے جا چکی تھی۔

چائے بننے کے بعد وہ دونوں کپ تھامے لاؤنج میں آیا تو شانزے صوفے کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی اونگھ رہی تھی۔ اسی کی جیکٹ اور شال لئے وہ جانے کیوں غازان سکندر کو دل کے بے انتہا قریب محسوس ہوئی۔

کپ ٹیبل پر رکھتے وہ اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

"شانی اٹھیں !!!چائے پی لیں پھر روم میں چل کر سوئیں !!"

وہ نرمی سے اس کا گال تھپتھپاتا بولا وہ دھیرے سے آنکھیں کھول گئی پھر اسے اپنے اس قدر قریب بیٹھے دیکھ کر تیزی سے سیدھی ہو کر بیٹھی۔اس کے اٹھنے پر بھی غازان اس سے ایک انچ بھی دور نہ ہوا بلکہ ایک کپ اس کے ہاتھ میں پکڑا کر دوسرا خود پکڑتا وہیں اس کے بلکل قریب ریلیکس ہو کر بیٹھ گیا۔

"شروع کریں ٹھنڈی ہو جائے گی !!!!"

وہ دائیں ہاتھ میں کپ پکڑے بائیں ہاتھ کو صوفے کی پشت پر پھیلا گیا تو شانزے اس کے حصار میں آ گئی۔ایک گھبراہٹ سی تھی جو اس کے وجود کا احاطہ کیے ہوئے تھی۔

دونوں نے چپ چاپ چائے پی تو غازان برتن رکھنے کچن کی طرف چل دیا۔ شانزے کچھ شاپنگ بیگز پکڑتی کمرے کی طرف بڑھ گئی تا کہ انہیں الماری میں ترتیب دے سکے۔

وہ الماری میں چیزیں ترتیب دے رہی تھی جب غازان کمرے میں داخل ہوا۔ ہیٹر آن کرنے کے بعد وہ اپنا نائٹ ڈریس لیتا باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ چینج کر کے باہر آیا تو شانزے ہنوز الماری میں منہ دیے کھڑی تھی۔ وہ مضبوط قدم اٹھاتا اس کی جانب بڑھا اور زمین پر پڑے ایک بیگ سے اس کا ایک نائٹ ڈریس نکالتا اس کے ہاتھ میں تھما گیا۔

"رات بہت ہو چکی ہے اور سردی بھی۔ چینج کر کے بیڈ پر آئیں باقی کام صبح صابرہ سے کروا لیجیئے گا۔"

وہ حتمی انداز میں بولا تو شانزے سر ہلاتی باتھ روم کی جانب چل دی۔ اس کے جانے کے بعد وہ باقی شاپنگ بیگز اٹھا کر صوفے پر رکھتا روم لاک کر کے بیڈ کی طرف چل دیا۔

دس منٹ کے بعد وہ باتھ روم سے نکلی تو غازان سکندر کی نگاہ بے ساختہ اس کی طرف اٹھی تھی جو پنک ٹراؤزر شرٹ پر اسی کی شال اچھے سے سر پر لپیٹے الماری سے جائے نماز نکال رہی تھی۔ غازان گہری سانس بھرتا سائیڈ ٹیبل پر پڑا لیپ ٹاپ اٹھا کر کل ہونے والی میٹنگز کی ڈیٹیل دیکھنے لگا۔

نماز ادا کرنے کے بعد وہ آ کر بیڈ کی دوسری طرف بیٹھ گئی۔ غازان نے لیپ ٹاپ سے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ ہاتھوں پر لوشن لگا رہی تھی۔ غازان کی نظر اس کے ہاتھوں پر ٹک سی گئی۔

اس کے ہاتھ بہت خوبصورت تھے۔ نازک سے ہاتھ اور لمبی مخروتی انگلیاں۔ دیکھنے میں بہت نرم ونازک اور حسین۔ وہ لیپ ٹاپ بند کر کے واپس رکھتا اس کی طرف رخ موڑ گیا۔

پھر دل میں جانے کیا سمائی کہ ہاتھ بڑھا کر اس کا نازک ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھام گیا۔ وہ جو لوشن واپس رکھ رہی تھی اس کی جرات پر رک سی گئی۔

وہ اس کا ہاتھ اپنے لبوں کے قریب کے جاتا اس کی شفاف ہتھیلی چوم گیا تو شانزے جلال کے بدن میں ایک لہر سی دوڑ گئی۔ وہ اپنا ہاتھ واپس کھینچنے لگی جب وہ اس کی کوشش کو ناکام بناتا اسے ہی اپنی طرف کھینچ کر اپنے حصار میں قید کر گیا۔ دھیرے سے اس کے گرد لپٹی چادر اتار کر سائیڈ پر پھینکی اور کی سیاہ گھنی زلفوں میں منہ چھپاتا اسے سانس روک لینے پر مجبور کر گیا۔ میٹھی کی خوشبو حواسوں پر سوار ہوتی جارہی تھی۔

"آپ۔۔۔"

وہ حلق تر کرتی کچھ بولنے کی کوشش کرنے لگی جب وہ اس کے لبوں پر انگلی رکھتا اسے مکمل طور پر خود میں قید کر گیا۔

"یقین رکھیں !!!"

دو لفظی جواب دیتا وہ کمرے کی بتیاں گل کر گیا تو شانزے جلال کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹتا اس کے بالوں میں جزب ہو گیا۔

..________________________..

اگلی صبح اس کی آنکھ کسی کی سسکیوں کی آواز پر کھلی تھی۔ سامنے ہی وہ جائے نماز پر بیٹھی چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے سسک رہی تھی۔ غالباً فجر کی نماز ادا کر کے بیٹھی تھی۔ اس کے یوں رونے پر وہ حیرت و پریشانی سے بستر سے نکلتا اس کی طرف بڑھ کر اس کے بلکل قریب بیٹھ گیا۔

"شانی !!! کیوں رو رہی ہیں میری جان سب ٹھیک تو ہے ؟؟"

وہ اس کے ہاتھ چہرہ سے ہٹا کر اس کا بھیگا سرخ چہرہ دیکھتا متفکر سا پوچھنے لگا۔ وہ آنسو بہاتی نفی میں سر ہلا کر اس کی گرفت سے اپنا ہاتھ آزاد کروانے لگی پر ایسا ممکن کہاں تھا۔

"کیا ہوا ہے شانی؟؟"

وہ اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دباتا اب کی بار سنجیدگی سے پوچھنے لگا تو وہ اس کے سینے میں چہرہ چھپاتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

وہ ایک ہاتھ اس کی کمر کے گرد باندھے دوسرے ہاتھ سے اس کا سر تھپتھپانے لگا۔

"مم۔۔۔مجھے بہت۔۔۔بہت ڈر لگ رہا ہے!!!"

وہ ہچکیوں سے روتی ہوئی بولی تھی۔

"کس بات سے ڈر لگ رہا ہے میری جان اور کیوں اس طرح رو رہی ہیں؟"

اس کے یوں نرمی سے پوچھنے پر وہ مزید تکلیف سے رو دی۔ اسے کیسے بتاتی کہ اس کی قربت حاصل کرتے ہی کچھ کھو دینے کا ڈر بھی لاحق ہو چکا تھا۔ کیسے بتاتی کہ ایک ماں کے ظلم پر رو تھی تھی جو اس کی ممتا کا سودا کر چکی تھی۔ کیسے بتاتی کے گود بھرنے سے پہلے ہی گود اجڑنے کا خوف اسے رونے پر مجبور کر رہا تھا۔

اس کے اس قدر رونے پر غازان سکندر کا ذہن جب اس کے پیچھے کی وجہ کو کھوج اٹھا تو وہ لب بھینچ کر اسے مزید سختی سے خود میں چھپا گیا۔

"اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا کفر ہے میری جان۔ غازان سکندر کے ہوتے ہوئے اس کی بیوی روئے یا خوف کھائے تو لعنت ہے پھر غازان سکندر پر!! ہمیشہ سے ناانصافی کا شکار غازان سکندر کبھی بھی اپنی پیاری بیوی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرے گا۔ یقین رکھیں!!!"

وہ اس کا سر بار بار چومتا اسے یقین دلا رہا تھا پر وہ کیسے اس چند دن کے وقتی شوہر پر یقین کر بیٹھتی جب اس کی اپنی ماں نے اس کا یقین توڑا تھا۔ یقین تو نہ آیا وہ اس کے آنسو ضرور ٹھہر گئے اور وہ لب سیے اس کے حصار میں پڑی رہی۔

..________________________..

ایک ماہ بعد:

"غازی ناشتہ کر لیں آ کر!!!"

وہ جو تیز تیز ہاتھ چلاتا فائلز اکٹھی کر رہا تھا شانزے کی آواز پر بیگ میں ڈالتا کچن کی طرف بڑھ گیا۔

"بہت لیٹ ہو گیا ہوں میٹنگ کے لئے یار۔ ایسا کریں بس یہ جوس ڈال دیں گلاس میں ناشتے کا وقت نہیں ہے۔"

وہ شرٹ کے بٹن بند کرتا عجلت بھرے انداز میں بولا تو شانزے نفی میں سر ہلاتی فریش جوس گلاس میں ڈالنے لگی۔

وہ کرسی پر بیٹھ کر جوس پینے لگا تو وہ واپس مڑ گئی.

جوس پینے کے بعد وہ واپس کمرے میں چلا گیا۔ شانزے جانتی تھی ٹھیک دو منٹ بعد اسے پکارے گا اور ایسا ہی ہوا تھا۔

"شانی!!!"

وہ مسکرا کر نفی میں سر ہلاتی کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

" یجان میری گھڑی نہیں مل رہی۔ ہمیشہ کہتا تھا کہ مجھے ان چیزوں کی عادت مت ڈالیں۔ شروع سے اپنا ہر کام خود کرنے کی عادت تھی مجھے پر آپ نے بگاڑ دیا ہے مجھے۔"

وہ اسے اپنے قریب آتے دیکھ کر وہی شکوہ کرنے لگا جو پچھلے ایک ماہ سے کرتا آ رہا تھا۔ وہ اس کا ہر چھوٹے سے چھوٹا کام بھی خود کیا کرتی تھی۔ غازان سکندر کے کہاں کسی نے ایسے نخرے اٹھائے تھے۔ وہ اسے منع تو کرتا تھا مگر اندر کہیں بہت خوشی بھی محسوس کرتا تھا جب اسے اپنا خیال رکھتے آنے نخرے اٹھاتے دیکھتا تھا۔

جب تک آپ کی بیوی ہوں آپ کی خدمت کرنا آپ کا ہر کام کرنا آپ کو سکون فراہم کرنا میرا فرض ہے۔ یہ لیجیۓ یہاں سامنے ہی تو رکھی تھی۔"

وہ سادگی سے کہتی گھڑی اس کے ہاتھ میں پکڑا گئی مگر وہ گھڑی کے ساتھ اس کا ہاتھ بھی تھام گیا۔ اس کے ہاتھ سے گھڑی تھام کر وہ اسی ہاتھ کو اس کی کمر کے گرد باندھتا دوسرے ہاتھ سے شانزے کا ہاتھ تھام کر اپنے دل کے مقام پر رکھ گیا۔

توانا دل کے دھڑکتے شور کو اپنی ہتھیلی تلے محسوس کرتی شانزے گھبرا اٹھی جب وہ جھک کر اس کی ٹھوڑی چوم گیا۔

"کاش میں بتا سکتا میری قربت کے رنگوں میں رنگی کس قدر حسین لگتی ہیں آپ!!!"

وہ نرمی سے اسے خود میں بھینچے اس سے الگ ہوا۔

"بہت دیر ہو گئی ہے باقی باتیں رات میں!!"

اس کا ماتھا چوم کر وہ بیگ پکڑتا کمرے سے نکلا تو شانزے بھی اس کے ساتھ ہی نکلی۔

"ناشتہ کر لیں ابھی ہی پھر سو جائیے گا!!!"

وہ اس کا سر تھپتھپا کر نکلنے لگا جب وہ اسے ایک منٹ رکنے کا کہتی کچن کی طرف بھاگی۔ وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ٹفن باکس تھا۔

"میٹنگ سے فری ہو کر کھا لیجئے گا یاد سے۔ بھوکے مت رہئے گا۔"

وہ باہر کا کھانا بہت کم کھاتا تھا۔ وہ جانتی تھی اب سارا دن کافی پر ہی گزارا کرتا اسی لئے لنچ پیک کر دیا۔

"میری پیاری بیگم !!!"

وہ محبت سے کہتا اسے پھر سے اپنے ساتھ لگاتا اس کے ہاتھ سے باکس پکڑ کر آفس کے لئے نکل گیا تو اسے سی آف کرنے کے بعد وہ بھی ناشتہ کرنے چل دی۔

..________________________..

"موسم بہت حسین ہو رہا ہے۔ جلدی سے تیار ہو جائیں آج باہر چلیں گے !!!"

وہ غازان کے کپڑے استری کر رہی تھی جب موبائل پر اس کا میسج موصول ہوا۔

"باہر کہاں ؟؟"

وہ جوابی سوال کرتی موبائل سائیڈ پر رکھ گئی مگر پھر سے اٹھانا پڑا جب اگلے ہی پل دوبارہ بج اٹھا۔

"آوارہ گردی کرنے !!!"

"اچھے بچے آوارہ گردی نہیں کرتے غازی۔ میں تو اچھی بچی ہوں پر آپ کا پتا نہیں !!!"

لب دبا کر وہ میسج ٹائیپ کرتی سینڈ کر گئی۔

"آہاں ڈارلنگ اب تک آپ کو پتا نہیں چل سکا میں کتنا اچھا بچہ ہوں۔ ابھی رات کو ہی تو بتایا تھا۔ بھول گئیں تو آج پھر سے یاد دلاؤں ؟؟"

اس کے شریر میسج پر شانزے رات کے منظر سوچتی اور پھر اس کی بے باکی پر سرخ پڑ گئی۔ شکر تھا وہ سامنے موجود نہ تھا دیکھنے کے لئے۔

"باقی کا بعد میں شرما لیجئے گا مجھے میرے سوال کا جواب دیں!!!"

اس کے میسج پر وہ موبائل کو گھور کر رہ گئی۔

"بہت خراب ہوتے جا رہے ہیں آپ!! کب تک ریڈی رہوں؟؟"

وہ گھڑی پر ایک نظر ڈالتی اگلا میسج کر گئی۔

"بس گھنٹے تک نکل رہا ہوں آفس سے۔ میرے آنے تک ریڈی ہوں آپ بلکل اور ڈنر باہر سے ہی کریں گے۔"

اس کے میسج پر وہ گہری سانس بھرتی استری بند کرتی کچن کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے رات میں پکانے کے لئے مٹن باہر نکالا تھا کیوں کہ غازی کو بہت

پسند تھا مٹن۔ وہ پیکٹ واپس فریج میں رکھتی الماری کی طرف بڑھ گئی تاکہ آج پہنے جانے والے کپڑے سلیکٹ کر سکے۔

..________________________________..

"کینسر؟؟؟"

الفاظ بے یقینی کے مانند لبوں سے آزاد ہوئے تھے۔

"جی کینسر!!! آپ چھاتی کے کینسر کی دوسری اسٹیج پر ہیں۔"

ڈاکٹر گہری سانس بھرتی افسوس سے اس پر نظر ڈال گئی۔

"لیکن ڈاکٹر صاحبہ مجھے تو ابھی کچھ ماہ پہلے سے یہ سب محسوس ہونا شروع ہوا ہے تو اتنی جلدی دوسری اسٹیج؟؟"

ان کے الفاظ کے ساتھ ساتھ آنکھوں میں بھی بے یقینی تیرتی صاف نظر آ رہی تھی۔

"کیوں کہ علامات دیر سے پتا چلنی شروع ہوتی ہیں۔"

ڈاکٹر کی بات پر وہ گہری چپ سادھ گئی۔

اس کے بعد ڈاکٹر بولتی رہی اور وہ انجان آنکھوں سے اسے دیکھتی غائب دماغی سے سنتی رہی۔

..________________________________..

وہ جس وقت اپارٹمنٹ میں داخل ہوا ہر طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ بیگ لاؤنج میں ہی رکھتا وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ سردی کا موسم تھا اس لئے بیڈ روم کا دروازہ بند ہی رہتا تھا۔

وہ دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوا تو سامنے ہی نہیں وہ جان عزیز الماری کے سامنے کھڑی اس کے کپڑے نکال رہی تھی۔

اس کی پشت دیکھتے ہی غازی کا دل دھڑک دھڑک جانے لگا اور وہ سوچنے کا روبرو دیکھتے کیا حالت ہو گی۔

سرخ پیروں تک جاتی ریشمی فراک پہنے بالوں کو میسی جوڑے میں قید کیے وہ ہنوز اپنے کام میں مصروف تھی۔

وہ آواز نکالے بغیر خاموش قدم اٹھاتا عین اس کی پشت پر جا کھڑا ہوا۔

اس کی خوشبو سے اس کی موجودگی محسوس کرتی وہ مڑنے ہی والی تھی جب وہ پیچھے سے اسے اپنے مضبوط بازوؤں کے حصار میں قید کرتا اس کے کندھے پر ٹھوڑی جما گیا۔

"گڈ ایوننگ پیاری بیگم !!!"

وہ جھک کر اس کے کندھے کو نرمی سے چومتا واپس ٹھوڑی وہیں رکھ گیا تو اس کے لمس پر وہ مسکرا دی۔ رنگت نہ چاہتے ہوئے بھی گلابی پڑ گئی تھی۔

"گڈ ایوننگ سرتاج!!!"

دھیمے سروں میں بولتی وہ اس کا موڈ مزید فریش کر گئی۔

"جانم تیار ہونے کو بولا تھا قیامت بن کر اپنے کمزور دل خادم پر بجلیاں گرانے کا نہیں!!!"

اس کا رخ موڑ کر اس پر بھرپور نگاہ ڈالتے وہ شوخی سے بولا تو وہ اسے گھورنے کی ناکام کوشش کرتی اس کے سینے پر دونوں ہاتھ رکھتی اسے پیچھے کرنے لگی مگر غازان اس کا وہی ہاتھ پکڑ کر اپنی پشت پر لے جاتا باندھ گیا۔

"سچ بتائیں یوں بن سنور کر مزید اپنا اسیر کرنا چاہ رہی ہیں نا؟؟ پر یقین کریں اسیری کی آخری حد تک آپ کا اسیر ہوں میں!!!"

وہ اس کے قریب تر جھک کر اس کے کانوں میں سرگوشی کرتا اسے مسکرانے پر مجبور کر گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید پیش قدمی کرتا کمرے کا دروازہ ایک دھاڑ کی آواز سے کھلا تھا۔

یہ حرکت اتنی غیر توقع تھی کہ انہیں تیزی سے الگ ہونے کا موقع بھی نہ مل سکا۔

غازاں ناگواری سے مڑ کر دیکھنے لگا جہاں دروازے کے بیچ و بیچ وہ کھڑی تھی جسے دیکھتے غازان کے چہرے پر مزید ناگواری چھائی تو شانزے کا چہرہ بھی سپید پڑا۔

رائنا سکندر !!!

غازان سکندر کا دل کیا مین گیٹ پر کھڑے گارڈ کا سر توڑ دے جس نے اسے اندر آنے کی اجازت دے کر ان کا دن برباد کر ڈالا تھا۔

"اوہو رومانس ہو رہا ہے ؟؟"

وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھتی گہری نظر دونوں پر ڈالتی بولی۔

"ہاں کوشش کررہے تھے۔یہ کوشش ابھی بھی کامیاب ہوسکتی ہے اگر تم اس وقت ہم دونوں کو تنہا چھوڑ دو!!!"

سرد آواز میں کہتا وہ رخ واپس موڑ کر شانزے کو اپنے نزدیک کھینچتا اپنے بازوؤں میں بھرتا ایک ہاتھ سے اس کے بالوں میں لگا کیچر اتار کے اس کی کھلی آبشار میں چہرہ چھپا گیا تو رائنا سکندر کے سامنے اس کی ایسی حرکت پر شانزے کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔وہ پیلے پڑتے چہرے سے رائنا کی چہرے پر نظر آتا قہر دیکھنے لگی۔

"دروازہ بند کر جانا جاتے ہوئے!!!"

وہ شانزے کی گردن میں منہ چھپائے ہی بولا تو رائنا "شیور کیری آن" کہتی زوردار آواز سے دروازہ بند کرتی کمرے سے نکل گئی۔

دروازہ بند ہونے کی آواز پر غازآن پیچھے ہٹ کر دروازے کی طرف بڑھتا دروازہ لاک کر گیا۔

"کک۔۔۔کیا کر رہے ہیں غازی دروازہ مت لاک کریں!!!"

وہ بوکھلا کر کہتی تیزی سے دروازہ بند کرتی اس کی طرف بڑھی جب وہ اسے بازو سے تھام کر اپنے قریب کر گیا۔

"بھول جائیں ہم دونوں کے سوا کوئی تیسرا ابھی یہاں موجود ہے کیوں کہ اس تیسرے کی موجودگی کوئی معانی نہیں رکھتی۔باہر کل جائیں گے اب اتنی حسین بیوی کو باہوں میں دیکھتے میرا موڈ بدل گیا ہے۔"

معنی خیز آواز میں کہتے وہ جھک کر اس کی ناک پر لب رکھتا اسے ایک جھٹکے سے باہوں میں اٹھائے بیڈ کی طرف بڑھا تو وہ بے چاری اسے روکتی ہی رہ گئی پر ایسا کہاں ممکن تھا اب۔

لاؤنج میں بیٹھی رائنا سلگتی نظریں بیڈروم کی بند دروازے پر جمائے بیٹھی تھی۔

..________________..

"رائنا میری جان تمہاری سوچ تو ایسی تنگ نہیں پھر اب ایسا کیوں؟؟"

فون سے آتی رابعہ سکندر کی آواز پر رائنا آنکھیں گھما گئی۔

"آپ میری بات نہیں سمجھ رہی مام!!! آپ کو پوری دنیا میں ایک یہی لڑکی ملی تھی کیا؟؟"

وہ دھیمی آواز میں غرا رہی تھی جب کہ نظریں ابھی تک سامنے کمرے کے بند دروازے پر جمی تھی۔

"کیا خامی ہے اس لڑکی میں؟؟"

رابعہ سکندر اس کی بحث سے اکتا چکی تھی اب۔

"یہی تو مسلہ ہے کہ کوئی خامی نہیں اس لڑکی میں۔ کوئی گھامڑ ہی ہو گا جو ایسی حسین لڑکی کو پا کر پاگل نہ ہو جائے۔ اگر غازان کو اس سے محبت ہو گئی تو؟؟؟"

اسے یہی اندیشہ ستائے جارہا تھا بس۔

"اتنے سال تمہارے ساتھ رہ کر تم سے محبت نہیں کر سکا تو وہ کل کی آئی لڑکی کیا چیز ہے۔ میری ایک میٹنگ ہے بعد میں بات کرتی ہوں بائے!!!"

وہ تاک کر وار کرتی فون بند کر گئی جب کہ ان کہ طنز پر رائنا فون کی سکرین کو گھورتی لب بھینچ کر رہ گئی۔

"رائنا نام ہے میرا۔ اپنی جگہ تو اس دو ٹکے کی لڑکی کو کبھی نہ لینے دوں گی!!!" تنفر سے کہتی وہ تن فن کرتی گیسٹ روم میں بند ہوئی۔

..______________________..

وہ کمرے میں داخل ہوا تو زوہا منہ پھلائے بیڈ پر بیٹھی تھی۔ پاس ہی سکینہ اس کا بیگ پیک کر رہی تھیں۔

"زوہا بے بی اتنی سیڈ کیوں ہے؟؟"

وہ سکینہ جلال کو سلام کرتا بیڈ کے پاس پڑی کرسی اپنے نزدیک کھینچتا زوہا سے مخاطب ہوا۔

"زوہا بہت سیڈ ہے آج ہینڈسم ڈاکٹر!!!"

وہ یوں ہی سے جھکائے ناخن سے بیڈ کی چادر کھروچتی بولی جو عبداللہ سکندر کو اس کی اس قدر مختصر بات پر حیرت ہوئی۔وہ تو ہر بات کا تفصیلی جواب دیا کرتی تھی۔

"کیوں سیڈ ہے زوہا؟؟ "

وہ کرسی مزید بیڈ کے قریب کھسکا گیا۔

"زوہا بے بی اپنے گھر جا رہی ہے نا آج اس لئے۔مجھے یہاں سے نہیں جانا ڈاکٹر میری آپو کی بھی شادی ہو گئی ہے وہ بھی چلی گئی ہیں زوہا گھر کس کے ساتھ کھیلے گی!!!"

اس کی بات پر عبداللہ حیرت سے اسے دیکھتا سکینہ جلال کی طرف مڑا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہے آنٹی؟؟؟"

اس کے سوال پر سکینہ جلال نظریں چرا گئی۔

"ہاں بیٹا آج گھر جا رہے ہیں۔چیک اپ کے لئے اسے ہر ماہ لاتی رہوں گی۔"

ان کی بات پر وہ مزید حیران ہوا۔

"لیکن آپ ایسے کیسے اسے لے جا سکتی ہیں۔جو علاج یہاں ہو رہا ہے وہ گھر پر نہیں ہو سکتا۔آپ مجھے اصل وجہ بتائیں۔اگر پیسوں کی بات ہے تو آپ فکر مت کریں!!!"

اس کے حتمی لہجے پر وہ گہرا سانس بھر گئی۔

"بات یہ نہیں ہے۔ زوہا کا نکاح کر رہی ہوں میں اور ساتھ ہی رخصتی بھی

"!!!

ان کی بات بم بن کر عبد اللہ سکندر کے سر پر گری تھی۔

"آپ۔۔۔ آپ ایسا کیسے سوچ سکتی ہیں وہ ابھی بچی ہے اور اس کی ذہنی حالت سے آپ بخوبی واقف ہیں پھر بھی؟؟؟"

اس کی آنکھوں میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔

"اس کے ہونے والے شوہر کو ہر پہلو سے آگاہ کر چکی ہوں میں۔ اسے کوئی اعتراض نہیں اس کا علاج بھی خود کروالے گا۔ میں بہت بیمار رہتی ہوں۔ زندگی کا کوئی پتا نہیں بس اسے محفوظ ہاتھوں میں سونپ کر مارنا چاہتی ہوں۔"

وہ حتمی انداز میں کہتا بیگ کی زپ بند کرتی وہاں سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی تا کہ ڈاکٹر سے ڈسچارج پیپر بنوا سکے۔

..________________________..

"بات یہ نہیں ہے۔زوہا کا نکاح کر رہی ہوں میں اور ساتھ ہی رخصتی بھی !!!"

ان کی بات بم بن کر عبداللہ سکندر کے سر پر گری تھی۔

"آپ۔۔۔آپ ایسا کیسے سوچ سکتی ہیں وہ ابھی بچی ہے اور اس کی ذہنی حالت سے آپ بخوبی واقف ہیں پھر بھی؟؟؟"

اس کی آنکھوں میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔

"اس کے ہونے والے شوہر کو ہر پہلو سے آگاہ کر چکی ہوں میں۔اسے کوئی اعتراض نہیں اس کا علاج بھی خود کروالے گا۔میں بہت بیمار رہتی ہوں۔ زندگی کا کوئی پتا نہیں بس اسے محفوظ ہاتھوں میں سونپ کر مرنا چاہتی ہوں۔"

وہ حتمی انداز میں کہتی بیگ کی زپ بند کرتی وہاں سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی تا کہ ڈاکٹر سے ڈسچارج پیپر بنوا سکے۔

"رک جائیں آنٹی!!!"

وہ جو انہیں دروازے کی طرف بڑھتا دیکھ رہا تھا ایک دم ہوش آنے پر انہیں روک گیا۔

"جی بیٹا؟؟"

وہ مڑ کے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی جو عجیب سی کشمکش میں کھڑا تھا پھر ایک دم پر سکوں ہو گیا جیسے کوئی فیصلہ کر چکا ہو۔

"آپ زوہا کا نکاح جس انسان سے کرنا چاہ رہی ہیں کیا وہ مجھ سے بہتر ہے؟؟"

اس کے متوازن انداز میں پوچھے گئے سوال پر سکینہ جلال پہلے نا سمجھی سے اسے دیکھتی رہی پھر سوال سمجھ آتے جھٹ سے نفی میں سر ہلا گئی۔

"نہیں بیٹا آپ کا اور اس انسان کا کیا مقابلہ۔ وہ ایک عام سا انسان ہے ہماری طرح اور آپ اتنے بڑے اور قابل ڈاکٹر۔"

ان کی بات پر وہ سر ہلاتا ان کے قریب گیا۔

"مجھے زوہا اچھی لگتی ہے اسے پسند کرنے لگا ہوں۔ میں جانتا ہوں بہت جلد پہلے کی طرح ہو جائے گی وہ۔ یقین جانیں خود سے بڑھ کر خیال رکھوں گا اس کا۔ اگر آپ اجازت دیں تو اپنے بڑے بھائی کو بلا لوں؟؟"

وہ ادب سے اپنی خواہش ان کے اگے رکھتا انہیں زندگی کی نئی نوید سنا گیا۔

"ہاں بیٹا جتنی جلد ہو سکے بلا لو اپنے گھر والوں کو۔ اس سے بڑھ کر میرے لئے کیا خوش قسمتی ہو گی!!!"

وہ خوشی سے لبریز آواز میں کہتی اس کے سر پر ہاتھ پھیر گئی تو ایک نگاہ بیڈ پر بیٹھی زوہا پر ڈالتے وہ موبائل جیب سے نکالتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

..________________________..

کمرے سے باہر نکل کر وہ غازان سکندر کا نمبر ملا گیا۔ پہلی بیل پر ہی کال اٹھائی گئی تھی.

"کیسے ہو یار اج کیسے یاد اگئی تمہیں بڑے بھائی کی؟؟"

دوسری طرف سے ایک غازان سکندر کی خوشگوار آواز سنائی دی تو عبداللہ سکندر انکھیں میچ گیا۔

"کیا اپ ایک دن کے لیے اسلام اباد اسکتے ہیں؟ بہت ضروری کام ہے مجھے !!!"

وہ سیدھا کام کی بات پر اتا ہوا بولا۔

"کیا ہوا سب خیریت تو ہے نا؟؟"

اس کی اواز سے چھلکتی سنجیدگی محسوس کرتا وہ بے ساختہ پوچھ اٹھا۔

"نکاح کر رہا ہوں میں ممی کو یہ سب نہیں بتا رہا واحد اپ ہیں۔ چھوٹے بھائی ہونے کے ناطے میرا فرض بنتا ہے کہ میں اپ کو مطلع کروں۔ اپ نے تو شاید کبھی مجھے اپنا چھوٹا بھائی نہیں سمجھا لیکن میرے لیے اپ میرے باپ کی جگہ پر ہیں۔ امید کرتا ہوں کہ اپ میری بات کا مان رکھ کر یہاں پہ ا جائیں گے کوشش کریے گا کہ کل رات تک یہاں پہنچ جائیں اپ۔ اللہ حافظ۔"

اس کی اواز میں سنجیدگی محسوس کرتے غازان سکندر گہری سانس بھر کر رہ گیا وہ جان گیا تھا کہ اس کا بھائی سے اب تک ناراض ہے اور اسی وجہ بھی وہ بخوبی جانتا تھا۔

"میر اشیر ابھی تک ناراض ہے مجھ سے ؟؟ بس کر دو یار اور کتنی دیر بھائی سے ناراض رہو گے ؟؟ جانتے ہو نا تمہاری ناراضگی برداشت نہیں کر سکتا میں پچھلے ایک ماہ سے مسلسل تمہیں کالز کر رہا ہوں لیکن تم میری یہ کال بھی نہیں اٹھاتے۔"

"میں کوئی بھی بات دہرانا نہیں چاہتا۔ کوشش کرنا اپ کے کل رات تک یہاں پہنچ جائیں اور بھابھی کو ساتھ لے آنا۔ اللہ حافظ !!!"

حتمی انداز میں کہتے ہوئے وہ کال بند کر گیا۔

اسے غازان کی دوسری شادی کے متعلق کوئی علم نہیں تھا۔ وہ محض یہ جانتا تھا کہ وہ بزنس کے سلسلے میں شہر سے باہر ہے لیکن ایک ماہ پہلے وہ اتفاق سے رائنا اور رابعہ سکندر کی باتیں سن چکا تھا۔ بے یقینی حد سے سوا تھی۔ وہ نہیں مان سکتا تھا کہ اس کے بھائی نے ایسی حرکت کی ہو لیکن پوری صورت حال جان لینے کے بعد اس بات پر مہر لگ چکی تھی۔ وہ ایک میسج کر کے غازان پر افسوس کر چکا تھا۔ غازان اس کے بعد مسلسل اسے کال کرتا رہا مگر عبداللہ نے ایک کال بھی نہ اٹھائی۔

غازان کو یقین تھا وہ جلد ہی اپنے چھوٹے بھائی کو منا لے گا۔

..________________..

عبداللہ کی کال کے بعد وہ آفس سے نکل آیا تاکہ وقت پر گھر پہنچ کر شانزے کو مطلع کرتے ہوئے پیکنگ وغیرہ کر سکے۔

وہ گھر پہنچا تو پورا گھر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اسے حیرت ہوئی کیوں کہ شانزے شام ہوتے ہی باہر کی ساری لائٹس آن کر دیتی تھی۔ بیڈ روم کا دروازہ بند دیکھتے مزید حیرت ہوئی کیوں کہ پچھلے تین ماہ سے شانزے اس کے گھر آتے ہی ایک اچھی بیوی کی طرح اس کے استقبال میں کھڑی ہوتی تھی۔

رائنا سکندر رات کو ہی جا چکی تھی واپس۔

بیگ لاؤنج میں رکھتے وہ بیڈ روم کی طرف بڑھ گیا۔ دھیرے سے دروازہ کھولا تو سامنے ہی وہ دشمن جاں کمبل اوڑھے رخ موڑے لیٹی ہوئی تھی۔

وہ آواز پیدا کیے بغیر الماری سے اپنا ٹراؤزر شرٹ لیتا باتھ روم میں بند ہوا تو دروازہ بند ہونے کی آواز پر شانزے دھیرے سے آنکھیں کھول گئی۔ وہ آج وقت سے پہلے گھر آجائے گا شانزے کو اندازہ نہ تھا۔

وہ کوئی حرکت کے بغیر نڈھال سی پڑی رہی۔

اس کی طبعیت کچھ دن سے بہت عجیب ہو رہی تھی۔ اتنی بچی تو نہ تھی جو اپنے جسم میں پیدا ہوتی تبدیلوں کو سمجھ نہ سکتی۔ پانے کی امید لگی تو کھونے کا دھڑکا بھی لگ گیا۔ کیسی آزمائش میں ڈال دیا تھا اسے اس کی ماں نے !!!

صبح سے ابکایاں کر کر کے وہ نڈھال ہو چکی تھی۔ مزید کثر ٹینشن نے نکال دی تھی۔ عصر پڑھ کر لیٹی تو آنسوؤں پر قابو نہ رہا۔ رو رو کر اس کی آنکھیں سوجھ چکی تھیں۔ اٹھنے کا دل نہ کیا تو آنکھیں بند کر کے پڑی رہی۔

کچھ دیر کے بعد وہ فریش ہو کے آیا اور اس کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھ گیا۔ ہاتھ بڑھا کر اس کے ماتھے پر رکھتے بخار چیک کیا مگر اس کا جسم ٹھنڈا پڑا تھا۔

"شانی!!!"

اس کی آنکھوں کے پپوٹے سوجے دیکھ کر وہ بے چین ہوتا اسے پکار اٹھا۔ اس کی فکر سے بھرپور پکار پر وہ آنسوؤں پر قابو پاتی رخ موڑ کر تکیے میں منہ دے گئی۔

اس کی حرکت پر اسے یقین ہو گیا کہ وہ جاگ رہی ہے۔ وہ پریشان ہوتا اس کے نزدیک کھسکا۔

"شانی آپ جاگ رہی ہیں نا؟؟"

اس کے پیچھے نیم دراز ہوتا وہ اسے بازو سے تھام کر اس کا رخ اپنی طرف کر گیا تو وہ خود پر قابو اس کے سینے میں منہ دیتی اونچی آواز میں رونے لگی۔ اسے یوں بری طرح روتے دیکھ کر غازان بوکھلا گیا۔

"کیا ہوا ہے میری جان اس طرح کیوں رو رہی ہیں سب ٹھیک تو ہے نا؟؟"

وہ اس کی پیٹھ سہلاتا نرمی سے پوچھنے لگا مگر وہ جواب دیے بغیر روتی رہی۔
رونا سسکیوں میں بدلہ اور سسکیاں ہچکیوں میں۔ وہ چپ چاپ اس کا سر تھپکتا
اس کے ماتھے پر لب رکھتا اسے اپنی موجودگی کا احساس دلاتا رہا۔

"اب بتائیں کیا ہوا ہے؟؟"

اس کے دوبارہ پوچھنے پر وہ دھیرے سے سر اٹھاتی اپنی بھیگی آنکھیں اس کی
شہد رنگ آنکھوں میں ڈال گئی تو غازان سکندر کا دل انوکھی لے پر دھڑک
اٹھا۔

"حشر کر ڈالا ہے ان آنکھوں کا آپ نے۔ میرا دل بہت کمزور ہے آپ کے
معاملے میں اس لئے تھوڑا رحم کریں مجھ پر!!!"

افسوس سے کہتے وہ جھک کر اس کے بھیگے نین اپنے لبوں سے چھو کر انہیں
معتبر کر گیا۔

"بس سر میں بہت درد تھا اس لئے رونا آگیا بس۔ میں ٹھیک ہوں!!!"

اسے تسلی دینے کی خاطر وہ ہونٹوں پر مصنوعی مسکان سجا کر بولی کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ اسے یوں دیکھ کر وہ اچھا خاصا پریشان ہو چکا ہے۔

"بیٹھیں یہاں ہی آپ گرما گرم مزیدار چائے بنا کر لاتا ہوں میں اپنی پیاری بیگم کے لئے !!!"

جھک کر پھر سے اس کا ماتھا چومتا وہ کمبل ہٹا کر وہاں سے کچن کی طرف چل دیا تو شانزے نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔

..________________________________..

"شانی پھر سوچ لیں میری جان !!! اگر طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو آپ رک جائیں میں صابرہ کو اپ کے پاس چھوڑ جاتا ہوں !!!"

وہ بیگ گاڑی میں رکھتا متفکر ہوتا بولا تو وہ نفی میں سر ہلا گئی ساتھ ہی اس کی فکر پر بے ساختہ مسکرا دی۔

"میں ٹھیک ہوں اب غازی بس تھوڑا سر درد تھا۔میں ساتھ ہی چلتی ہوں میں زوہا سے بھی مل لوں گی۔ دل بہت اداس ہو رہا ہے۔"

وہ واقعی اب پہلے سے بہتر محسوس کر رہی تھی بس ایک عجیب بوجھل پن طبیعت پر سوار تھا۔

"چلیں بیٹھیں پھر گاڑی میں !!!"

وہ اس کے کندھے کے گرد حصار قائم کرتا اس کا ماتھا چوم کر اسے گاڑی میں بیٹھا گیا۔ کچھ لمحوں کے بعد ہی ان کی گاڑی تیزی سے اپنی منزل کی طرف سفر طے کر رہی تھی۔

..________________________..

وہ ہوٹل میں سٹے کر رہے تھے۔ گھر کیوں نہیں جا رہے تھے یہ بات نہ ہی شانزے نے پوچھی اور نہ ہی غازان نے بتائی۔

غازان سکندر عبداللہ سکندر سے تفصیلی بات کرنا چاہتا تھا اس لئے اسے ہوٹل کا ایڈریس سینڈ کر دیا۔ ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد وہ ہوٹل کی لابی میں موجود تھا۔

"لابی میں کھڑا ہوں۔ آجائیں آپ!!!"

غازان سکندر کو کال کر کے نیچے آنے کا بول گیا۔

"روم نمبر تھرٹی ٹو میں آجاؤ۔ انکار نہیں سنوں گا!!!"

غازان حتمی لہجے میں کہتا کال بند کر گیا۔ وہ عبداللہ کو شانزے سے ملوانا چاہتا تھا اور اسے ساری صورت حال سے بھی آگاہ کرنا چاہتا تھا۔

چند منٹ کے بعد کمرے کا دروازہ ناک ہوا تو غازان دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ کھلا تو دونوں بھائی ایک دوسرے کے روبرو آ گئے۔ غازان خود سے دو قدم مزید آگے بڑھاتا عبداللہ سکندر کو اپنے سینے سے لگا گیا۔ وہ اس کا واحد مخلص رشتہ تھا۔ اس کا جان سے عزیز بھائی۔ عبداللہ بھی زیادہ بے مروتی نہ دکھا سکا۔

"اندر آجاؤ!!!"

غازان کے کہنے پر وہ کمرے میں داخل ہوا تو غازان پیچھے دروازہ بند کر گیا۔ وہ دونوں کمرے میں موجود صوفے کی طرف بڑھ گئے۔

"بھابھی نہیں آئیں ساتھ؟؟"

خالی کمرے پر نظر ڈال کر وہ غازان سے مستفسر ہوا۔

"نہیں ساتھ ہی آئی ہیں۔ باتھ روم میں ہیں!!!"

اس کے جواب پر وہ سر ہلا گیا۔

"اب آپ مجھے بتانا پسند کریں گے کہ اتنا بڑا اقدم کیوں اٹھانا پڑا آپ کو؟؟"

عبداللہ کے سوال پر غازان گہری سانس بھر گیا۔ وہ پوری طرح عبداللہ سکندر کی طرف رخ موڑ گیا اور بولنا شروع ہوا۔ وہ اسے ایک ایک پہلو دکھاتا جارہا تھا۔ عبداللہ لب بھینچے سب سن رہا تھا۔ جانے کیوں اپنی ماں کو بخوبی جانتے ہوئے بھی وہ ان کی اس حرکت پر بے یقین سا تھا۔

مجھے اب تک یقین نہیں آرہا۔ میں سوچتا تھا رائنا سکندر سے آپ کی شادی کا فیصلہ مام کا ایک حکم تھا آپ پر لیکن میں کیسے بھول گیا کہ انسان اپنی فطرت نہیں بدلتا!!!!"

غازان کے خاموش ہونے کے بعد وہ تکلیف سے بولا تھا۔ اس کے انداز میں تلخی بھری تھی۔

"میں تھک گیا ہوں عبداللہ!!! بچپن سے اب تک اپنی ہر خواہش کا گلا گھونٹتے گھونٹتے میں اب تھکنے لگا ہوں۔ کیا میرا خوشیوں پر کوئی حق نہیں؟؟ کیا میرا آزادی سے اپنی زندگی گزارنے کا کوئی حق نہیں؟؟ میں بھی تو انساں ہوں!!! وہ آخر کیوں نہیں سمجھتی کہ میں اب وہ چھوٹا سا غاز نہیں رہا جس پر سختی کر کے ڈرا دھمکا کر اپنی ناجائز باتیں بھی منوا لیں گی۔ میں ایک آزاد اور پرسکون زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں عبداللہ!!! بس اتنی سی ہی تو خواہش ہے میری!!! کیا میں غلط خواہش کر رہا ہوں؟؟"

وہ آنکھوں میں سرخی لئے بولا تو اس کی تکلیف محسوس کرتے عبداللہ سکندر کا دل کرلانے لگا۔ کتنا ترسا ہوا تھا اس کا بھائی خوشیوں کو۔ وہ بچپن سے اب تک اس کی ایک ایک محرومی کا گواہ تھا۔

کاش غازان سکندر بھی عبداللہ سکندر کی طرح اپنی من مرضی کرنے والا ہوتا۔ اپنی خواہش اور خوشی پوری کرنے کے لئے ڈٹ جانے والا ہوتا۔ عبداللہ سکندر یہ بات سوچ کر رہ گیا۔

غازان سکندر اپنی ماں کے ہر حکم پر جی حضوری کرنے والا بندہ تھا۔ اس کی ماں اس کی وجہ سے تکلیف میں نہ آجائے۔ لیکن بعض اوقات بہت اچھا ہونا بھی انسان کو بہت سی محرومیوں کا شکار کر دیتا ہے جیسے غازان سکندر ہوا تھا۔

"پر اب میں خوش رہنے لگا ہوں عبداللہ!!! میری زندگی اتنی پر سکون ہے لگتا ہے جنّت میں رہ رہا ہوں۔ جس سب کی میں نے خواہش کی تھی وہ سب ملنے لگا ہے وہ بھی بن کہے۔ شانزے سکندر میری زندگی میں ہوا کا ایسا جھونکا بن کر داخل ہوئی ہے کہ لگتا ہے اس کے آنے سے سب تکلیفیں فرار ہو چکی ہیں۔ خوشیاں مجھ پر مہربان ہو چکی ہیں!!!"

اب کی بار وہ بولا تو آنکھوں میں دیپ جل رہے تھے۔ سچی خوشی کے دیپ۔ عبداللہ سکندر کے دل نے بے ساختہ یہ خواہش کی تھی کہ اس کے پیارے بھائی کی یہ خوشی ہمیشہ ہی یوں قائم رہے۔

"آپ کو پتا ہے رائنا کیا کرتی پھر رہی ہے؟؟"

وہ بولا تو اس کے انداز میں ناگواری کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا۔غازان تلخ ہنسی ہنس دیا۔

"آج سے نہیں چار سال سے جانتا ہوں سب پر اب میری اخیر ہو چکی ہے۔ اس کا ذکر کر کے میرا موڈ خراب مت کرو!!!"

اس کی بات پر عبداللہ سر ہلا گیا تبھی باتھ روم کا دروازہ کھلا اور شانزے باہر آئی۔

وہ شاور لے کر باہر آئی تو سامنے ہی غازان کے ساتھ جو مرد بیٹھا تھا اسے دیکھتے وہ ٹھٹھک سی گئی۔

"ڈاکٹر عبداللہ آپ یہاں؟؟"

اس کی آواز پر وہ دونوں اس کی طرف مڑے۔ حیران تو عبداللہ سکندر بھی رہ گیا تھا۔

"شانزے آپ؟؟"

وہ اسے ناسمجھی سے دیکھتا اٹھ کھڑا ہوا تو غازان بھی اٹھ کر شانزے کی طرف بڑھا اور اسے اپنے کندھے سے لگا گیا۔

"آپ دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟؟ شانی یہ میرا بھائی ہے عبداللہ سکندر اور عبداللہ یہ میری پیاری بیگم اور تمہاری بھابھی شانزے ہیں!!!"

دونوں اس اتفاق پر حیران تھے۔ عبداللہ سکندر کو ایک دفعہ پھر اپنی ماں پر بے حد افسوس ہوا جنہوں نے مجبور لوگوں کا غلط فائدہ اٹھایا تھا۔ اسے پورا چکر پل بھر میں ہی سمجھ میں آچکا تھا۔

"بھابھی آپ جانتی ہیں نا آپ دونوں یہاں کس لئے آئے ہیں؟؟"

وہ ذہن میں پکی کھچڑی کی وجہ سے دماغ میں کھلبلاتا سوال زبان پر لے آیا۔

غازان اور شانزے بیڈ پر جب کہ عبداللہ صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔

"آپ کے نکاح کے لئے؟؟"

وہ غازان کو ایک نظر دیکھتی بولی تو عبداللہ سر ہلا گیا۔

"اور جانتی ہیں میرا نکاح کس سے ہو رہا ہے؟؟"

وہ تحمل سے پوچھنے لگا تو وہ نفی میں سر ہلا گئی۔ عبداللہ اپنی پینٹ کی جیب سے موبائل نکال کر آن کرتا شانزے کی طرف بڑھا گیا۔ موبائل کی سکرین پر نظر پڑتے ہی شانزے کی نظریں پھیل گئیں۔ وہ بے یقینی سے کبھی عبداللہ سکندر کو دیکھتی کبھی موبائل کی سکرین پر چمکتی زوہا کی ہنستی مسکراتی تصویر کو۔ غازان بھی حیران تھا کیوں کہ وہ زوہا کی تصویریں دیکھ چکا تھا شانزے کے ساتھ۔

"آپ کاری ایکشن دیکھ کر مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ آپ اس سب سے انجان ہیں؟؟"

اس کے چہرے کے تاثرات دیکھتا عبداللہ سکندر آخر بول اٹھا۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی اسے ایک دم اپنا کلیجہ منہ کو آتا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ ہاتھ منہ پر رکھتی تیزی سے اٹھ کر باتھ روم میں بند ہوئی تھی۔

غازان بھی پریشانی سے اس کے پیچھے گیا مگر وہ دروازہ لاک کر چکی تھی۔

"کیا ہوا بھابھی ٹھیک تو ہیں؟؟"

عبداللہ کی آواز پر وہ چونک کر اس کی طرف مڑا۔

"کافی دن سے نوٹ کے رہا ہوں بہت سست سی لگ رہی ہے اور کل سے طبیعت زیادہ خراب محسوس ہو رہی ہے۔"

وہ پریشانی سے باتھ روم سے آتی اس کی آوازیں سن کر بولا۔

"آپ سب سے پہلے انھیں ڈاکٹر کو دکھائیں۔ میں چلتا ہوں ایک میٹنگ اٹینڈ کرنی ہے۔ کل عصر کے بعد نکاح ہے۔ میں یہاں آجاؤں گا پھر ایک ساتھ ہی چلیں گے۔"

وہ غازان کے ساتھ بغل گیر ہوتا وہاں سے نکل گیا۔ غازان اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا مگر اس وقت صرف شانزے کی فکر تھی۔ عبداللہ کے جانے کے بعد وہ دوبارہ باتھ روم کی طرف بڑھا جب وہ خود ہی باہر آگئی۔ غازان نے تیزی سے آگے بڑھ کر اسے تھاما۔

اسے بیڈ پر بیٹھا کر وہ الماری سے اس کی چادر نکل لایا اور اس کا دوپٹہ اتار کر ایک طرف رکھنے کے بعد اسے چادر اوڑھانے لگا۔

"مجھے کہیں نہیں جانا غازی!!!"

وہ نم آنکھیں آنکھوں میں خوف سموئے بولی تو غازان اس کی ایک بھی سننے بغیر اسے اٹھا گیا۔

"صحت کے معاملے میں نو کومپر ومائز!!!"

حتمی اانداز میں کہتا وہ اسے لئے ہسپتال کی طرف بڑھ گیا۔

..________________________..

وہ واپسی پر سارے راستے خاموش رہی تھی۔ اس کی حالت دیکھتے غازان نے چپ رہنا ہی مناسب سمجھا۔

ہوٹل پہنچ کر وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئے وہ ایک بھی لفظ بولے بغیر بستر میں گھس کر چادر منہ تک لے گئی۔

غازان دروازہ لاک کرتا آکر اس کے پاس ہی نیم دراز ہو گیا۔ کمبل میں ہی اس کا لرزتا ہوا وجود دیکھتے وہ اس کے منہ سے کمبل ہٹا گیا۔

آنسوؤں سے تر سرخ چہرہ اس کے سامنے تھا۔

"اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ کی آنکھوں سے بہتے آنسو مجھے کس قدر تکلیف دیتے ہیں تو واللہ آپ کبھی ان حسین آنکھوں کو نم کرنے کا بھی مت سوچیں !!!"

وہ انگوٹھے کی مدد سے اس کی آنکھوں سے پھسلتے آنسو صاف کرتا جھک کر اس کی آنکھوں پر لب رکھ گیا۔

"اتنی خوشی کی خبر پر ایسے کون آنسو بہاتا ہے میری جان !!!"

وہ نرمی سے اسے اپنے حصار میں قید کرتا اس کا سر اپنے کندھے پر رکھ کر دونوں پر کمبل درست کرنے لگا۔

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے غازی۔ ایسا محسوس ہو رہا ہے کوئی میرے وجود کا ایک حصّہ نوچ کر لے جا رہا ہے !!!"

اس کی بات پر غازان اسے زور سے اپنے سینے میں قید کرتا اس پر جھک گیا۔ دونوں کی سانسیں چند پل کے لئے بے ہنگم ہوئی تھیں۔ وہ اس کے تمام شکوے اور خوف اپنے لبوں میں سمو گیا۔

وہ پیچھے ہٹ کر اس کا سرخ چہرہ دیکھتے اس کے گال پر لب رکھتا اس کا ماتھا چوم گیا۔

"یہ ہماری اولاد ہے شانزے!!! شانزے سکندر اور غازان سکندر کی اولاد۔ صرف اتنا یاد رکھیں باقی سب کچھ بھول جائیں میری جان!!!"

وہ اسے تسلی دیتا پھر سے اس کے چہرے پر جھکا تھا۔ شانزے مطمئن کیسے ہو سکتی تھی بس خاموش ہو گئی۔

وہ جان گئی تھی غازان آج بے تحاشا خوش ہے اس لئے خود مزید پریشان ہو کر اسے پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ آخری خوشیوں پر اس کا بھی تو حق تھا۔

وہ گہرا سانس بھرتی آنکھیں بند کر گئی۔

..______________________________..

اس کی آنکھ کھلی تھی تو کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ لیمپ آن کیا تو کمرہ خالی تھا۔ غازان شاید باہر گیا تھا۔

اس کا دل عجیب سا ہو رہا تھا۔ وہ کسلمندی سے اٹھ کر باتھ روم کی طرف بڑھی۔ فریش ہو کر باہر آئی تو غازان کمرے میں موجود تھا اور بیڈ پر ہی ناشتہ سیٹ کر رہا تھا۔

اسے دیکھ کر مسکراتا ہوا اس کی جانب بڑھا اور اسے نرمی سے اپنے ساتھ لگا کر اس کا ماتھا چوم گیا۔

"گڈ مارننگ میری جان!!! طبیعت کیسی ہے اب؟؟"

اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں بھر کر تفکر سے پوچھنے لگا تو اس کی فکر پر وہ مسکرا دی۔

"اللہ کا شکر بلکل ٹھیک!!!"

اس کے مسکرا کر بولنے پر غازان سکندر کا دل جیسے ایک دم ہلکا پھلکا ہو گیا۔ پھر پھر سے اس کے ماتھے پر لب رکھتا اسے ساتھ لئے بیڈ کی طرف بڑھا۔

"ناشتہ کر کے تھوڑی دیر ریسٹ کر لیں۔ عصر کے بعد نکاح ہے۔ آپ کی آنلاین شاپنگ کر چکا ہوں تھوڑی دیر تک مل جائے گی آپ کو۔"

وہ نوالا بنا کر اس کے منہ میں ڈالتا اسے آج کے پروگرام سے آگاہ کرنے لگا۔

"عبداللہ بھائی کا نکاح میری زوہا سے کیوں ہو رہا ہے غازی۔ آپ اس کی کنڈیشن جانتے ہیں نا تو پھر یہ سب؟؟"

وہ پریشانی سے سوال کرنے لگی تو غازان آہستہ آہستہ اسے پوری بے بتانے لگا جو عبداللہ نے اسے بتائی تھی۔

..________________________..

جیسے ہی گاڑی سکینہ جلال کے گھر کے باہر رکی پرانی یادوں کا ریلا شانزے کی آنکھیں نم کر گیا۔ کہاں سے کہاں لے گئی تھی اسے زندگی۔

ان کی گاڑی کے پیچھے ایک اور گاڑی تھی جس میں عبداللہ سکندر کے کچھ دوست موجود تھے۔

ان کے استقبال کے لئے دروازے پر سکینہ جلال موجود تھی۔ شانزے کو دیکھ کر وہ ایک دم شاکڈ رہ گئیں۔ وہ بے یقینی سے شانزے کو دیکھ رہی تھیں جو بہت نفیس اور مہنگا جوڑا پہنے سونے کی جیولری پہنے اپنے پورے ٹھاٹھ سے اپنے شوہر کے ہمراہ ان کے سامنے موجود تھی۔

باقی لوگوں کی موجودگی کی وجہ سے وہ فلحال زبان بند رکھتی انہیں اپنے ساتھ لئے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔

وہ اٹھ کر کچن کی طرف آئی تو شانزے بھی ان کے پیچھے ہی نکل آئی۔

"مسز جلال کوئی تکلف مت کریے گا۔ ہم کھانا آرڈر کر چکے ہیں نکاح ہونے تک کھانا پہنچ جائے گا۔ قاضی صاحب آرہے ہیں تب تک کیا میں اپنی دیورانی میرا مطلب آپ کی اکلوتی صاحبزادی سے مل سکتی ہوں؟؟"

کیا کیا نہیں تھا ان الفاظ میں۔ سکینہ جلال شرمندگی کے مارے سر جھکا کر کھڑی رہ گئی۔

"شانزے تم بھی تو میری بیٹی ہو۔ ایسے جملے بول کر مجھے تکلیف تو نہ دو۔ اللہ گواہ ہے میں تو جانتی بھی نہیں تھی کہ تمہارا اس خاندان سے تعلق ہے۔ مجھے عبداللہ نے یہی بتایا اس کی ماں ابھی نہیں مانے گی پر بھائی اس کے ساتھ

ہے۔مجھے نہیں علم تھا کہ غازان اور عبداللہ بھائی ہیں۔ تم تو میری پیاری بیٹی ہے۔۔۔"

وہ جذباتی ہوتی اس کی طرف بڑھی تو شانزے ہاتھ اٹھا کر انہیں روک گئی۔

"مجھے علم ہو چکا ہے کہ سگی اور سوتیلی میں کیا فرق ہوتا ہے۔میں نے بچپن سے آج تک سگی ماں سے زیادہ عزت آپ کو دی۔ سگی بہن سے بڑھ کر زوہا کو محبت دی اس کا خیال رکھا اور اسی کی خاطر آپ نے میرا سودا کر دیا۔ چلیں میں تو سوتیلی تھی نا پر زوہا کا کیا قصور؟؟اس کی دماغی حالت جانتے ہوئے بھی آپ نے اتنا بڑا اقدم اٹھالیا؟؟"

اس سے پہلے کہ سکینہ جلال کوئی جواب دیتی باہر سے آتی زوہا کی آواز سنتے وہ تیزی سے باہر نکلی۔

..________________________..

اس کی ماں اسے یہ بھاری جوڑا پہنا کر محلے کی ایک لڑکی سے اسے تیار کروانے کے بعد اسے بیٹھا کر خود باہر نکل گئی۔ وہ دو دن پہلے ہی گھر واپس آئے تھے۔

جب بیٹھی بیٹھی بور ہونے لگی تو اٹھ کر کمرے سے نکل آئی۔ ڈرائنگ روم سے باتوں کی آوازیں سنتی وہ تجسس سے وہی چل دی۔

"ہینڈسم ڈاکٹر آپ یہاں!!!"

سامنے ہی سفید کرتا شلوار میں ملبوس عبداللہ سکندر کو بیٹھے دیکھ کر وہ دور سے ہی چہکی تھی جب کہ سب کے سامنے اس کے دیے گئے خطاب پر وہ گڑبڑا کر سیدھا ہوا۔

"دو دن سے کہاں تھے آپ میں نے آپ کو اتنا زیادہ مس کیا!!!"

اس کی طرف بڑھتی وہ بازو پھیلا کر بولی تو سر پر ٹکا دوپٹہ پھسل کر پیروں میں گرا تھا اور زوہا بے بی سرخ جوڑے میں دوپٹے کے بغیر باہیں پھیلائے کھڑی تھی۔

جہاں غازان اور عبد اللہ کے دوست یہاں وہاں دیکھتے ان دونوں سے غافل ہونے کی کوشش کرنے لگے وہیں اس کی حرکت پر عبد اللہ سکندر تڑپ کر اس کی طرف بڑھتا اسے اپنے قریب کرتا جھک کر اس کا دوپٹہ اٹھانے لگا۔

وہ جیسے ہی سیدھا ہوا زوہا پہلے کی طرح دونوں ہاتھوں میں اس کا بازو تھام کر اس کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔

سب کے سامنے پیدا ہونے والی اس عجیب سی صورت حال میں پھنسے عبد اللہ سکندر کی شکل دیکھتے سب کا ہنسی بے قابو ہونے کو تیار تھی۔

"میں نے امی کو بولا مجھے ہینڈ سم ڈاکٹر کے پاس جانا ہے تو وہ بولی میں شادی کر کے ہمیشہ کے لئے آپ کے پاس چلی جاؤں گی۔ کیا وو سچ کہہ رہی ہیں ہینڈ سم ڈاکٹر ؟؟ دیکھیں میں آپ کی برائیڈ بنی ہوں کیسی لگ رہی ہوں ؟؟"

اس کا بازو چھوڑ کر وہ پیچھے ہٹتی گھوم کر دکھانے لگی تو عبداللہ ضبط کھوتا اسے کھینچ کر اپنے نزدیک کرتے اسے ساتھ لئے کمرے سے نکل گیا۔

کمرے سے نکلتے ہی اسے پیچھے سے زبردست قہقہے پڑنے کی آواز سنائی دی تو وہ انہیں زیرلب کوس کر رہ گیا۔

وہ اسے لے کر باہر نکلا ہی تھا جب سامنے سے سکینہ جلال اور شانزے دونوں آتی دکھائی دیں۔

"بھابھی اسے سنبھالیں پلیز!!!"

وہ شانزے کو دیکھتا بولا تبھی زوہا کی نظر بھی شانزے پر پڑی۔

"آپو جان !!!"

وہ خوشی سے چیختی عبداللہ کی گرفت سے اپنا بازو چھڑواتی شانزے کی طرف بھاگنے لگی پر بھلا ہو اس کی پیروں تک جاتی فراک کا جو ایک دم اس کے پیروں میں آگئی۔ اس سے پہلے وہ منہ کے بل گرتی عبداللہ تیزی سے اپنا بازو بڑھا کر اس کی کمر میں ڈالتا اسے سیدھا کر گیا۔

"دھیان سے !!!"

وہ فکر مندی سے بولا مگر وہ اس کی سنے بغیر پھر سے شانزے کی طرف بڑھتی اس کے گلے جا لگی۔

"آپ کہاں چلی گئی تھی آپو جان ؟؟ زوہا نے آپ کو بہت یاد کیا پر امی کہتی تھی آپو کی شادی ہو گئی ہے وہ بہت دور چلی گئی ہے پر کچھ ماہ کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے واپس آجائے گی۔ آپ ہمیشہ کے لئے واپس آ گئی ہیں نا اب ؟؟"

وہ بہت معصومیت سے اسے شدید تکلیف سے دوچار کر گئی۔ شانزے نے شکوہ بھری نگاہوں سے سکینہ جلال کو دیکھتے زوہا کو ساتھ لیتے اپنے قدم کمرے کی جانب بڑھا دیے۔ عبداللہ سکندر بھی افسوس سے نفی میں سر ہلاتا ڈرائنگ روم کی جانب چل دیا۔

..__________________________..

نکاح کے بعد کھانا کھاتے ہی وہ زوہا کو رخصت کروا کر لے آئے تھے۔ عبداللہ جب سے جاب کر رہا تھا اپنے فلیٹ میں ہی رہتا تھا اس لئے اسے رخصت کروا کر فلیٹ پر ہی لایا تھا۔

غازان اور شانزے کی دو گھنٹے بعد کی فلائٹ تھی اور غازان جانے سے پہلے اپنی ماں سے مل کر جانا چاہتا تھا اس لئے وہاں سے سیدھا سکندر ولا آیا تھا شانزے کے ہمراہ۔

شانزے خاموش تھی۔ وہ معاملے میں بولنے کا حق نہیں سمجھتی تھی اپنا اس لئے جیسے جیسے غازان کہتا جا رہا تھا وہ ویسے کرتی جا رہی تھی۔

رابعہ سکندر معمول کے مطابق کہیں جانے کو تیار بیٹھی تھیں۔ غازان کو دیکھتے ہی کھل اٹھیں اور پھر جو خبر غازان نے سنائی ان کا دل باغ باغ ہو گیا۔

"تم نے مجھے خوش کر دیا ہے میری جان!!! بس میرا دل چاہ رہا ہے جلدی سے میرا پوتا میری باہوں میں آجائے۔"

ان کا جوش محسوس کرتے غازان بھی مسکرا دیا جب کہ شانزے لب سیے بیٹھی تھی۔

"مام اب اجازت دیں ہماری فلائٹ ہے واپسی کی!!!"

اس کی بات پر جہاں رابعہ سکندر نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی وہیں لاؤنج میں داخل ہوتی رائنا سکندر ٹھٹھکی تھی۔

"کیا مطلب؟ یہ لڑکیکیوں تمھارے ساتھ جائے گی۔ اسے اس کی ماں کے گھر چھوڑ دو۔ اس کا سارا خرچ ہم اٹھائیں گے۔"

رابعہ سکندر کی بات پر غازان کا چہرہ سرخ پڑا جب کہ شانزے خوف کے مارے پیلی پڑنے لگی۔ اسے اپنا سانس بند ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

"مام میری میری اولاد کی اچھی صحت کے لئے اس کی ماں کی اچھی صحت بہت ضروری ہے۔ شانزے میرے ساتھ رہے گی اور اس کا خیال میں خود رکھوں گا۔ اب چلتا ہوں دیر ہو رہی ہے۔"

وہ حتمی انداز میں اپنا فیصلہ سناتا رابعہ سکندر کی پیشانی چوم کر شانزے کی طرف بڑھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی ہی تھی جب ایک دم سر چکرانے پر لڑکھڑا سی گئی۔ غازان نے تیزی سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے ساتھ لگا یا۔

"شانی آپ ٹھیک ہیں؟؟؟"

وہ اس کے گال پر ہاتھ رکھتا مستفسر ہوا تو وہ سر ہلا گئی۔

"غازان یہ ٹھیک نہیں لگ رہی اس حالت میں سفر نہیں کر پائے گی۔ آج رات یہیں رک جاؤ۔ فلائٹ کینسل کروا دو صبح چلے جانا پہلے اسے بہتر ہونے دو!!!"

رابعہ سکندر فیصلہ کن انداز میں بولی۔ جو بھی تھا پر اسے اپنا پوتا بہت عزیز تھا۔

غازان بھی کچھ سوچ کر سر ہلاتا شانزے کو اپنے ساتھ لئے گیسٹ روم کی طرف بڑھ گیا۔

رائنا سکندر نے سلگتی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا تھا۔

..________________________..

"طبیعت زیادہ خراب ہے تو ڈاکٹر کے پاس چلیں؟؟"

وہ اسے بیڈ پر بیٹھا کر اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتے نہایت فکر مندی سے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں بلکل۔ سب تھکاوٹ کی وجہ سے چکر آ گیا۔ آرام کر کے سہی ہو جاؤں گی۔ اپ بھی تو تھک گئے ہیں غازی فریش ہو کر آرام کر لیں!!!"

وہ نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتی اس کی فکر دور کرنے لگی تو وہ جھک کر اس کے کندھے پر لب رکھ گیا۔

"میں گاڑی سے آپ سے میڈیسن والا بیگ لے کر آتا ہوں۔"

اس کا چہرہ تھپتھپا کر نرمی سے کہتے وہ کمرے سے نکل گیا تو شانزے آنکھیں موند کر بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

کچھ ہی دیر گزری تھی جب ایک جھٹکے سے دروازہ کھلنے کی آواز پر شانی آنکھیں کھول گئی جہاں سامنے ہی رائنا سکندر تپش سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔اس کی نگاہوں سے شانزے کو خوف محسوس ہوا۔

"سنو مجھے یہ بچہ سہی سلامت چاہیے سمجھی تم!!اس لئے یہ نخرے چھوڑ کر بچے کا اچھے سے خیال رکھو!!!"

اس کے حکم پر شانزے ضبط کرتی چہرہ موڑ گئی۔

"اور غاز آج کی رات میرے ساتھ گزارے گا۔میرے شوہر پر قبضہ کے بیٹھی ہو آخر مجھے بھی تو اس کی قربت چاہئے۔پہلا حق میرا ہی تو ہے!!!"

وہ سینے پر ہاتھ باندھے بہت بے باکی اور غرور سے اپنا حق جتا رہی تھی۔

شانزے کا دل کیا اسے ہاتھ سے پکڑ کر کمرے سے نکال دے پر وہ ایسا کوئی اختیار نہیں رکھتی تھی۔

"آپ دونوں کا معاملہ ہے میں کیا کہہ سکتی ہوں!!!"

ابھی شانزے نے اپنی بات مکمل ہی تھی کی تھی جب غازان کمرے میں داخل ہوا۔

ایک نظر رائنا کو دیکھتے وہ آگے بڑھ کر ہاتھ میں پکڑا دودھ کا گلاس اور دوائی والا بیگ سائیڈ ٹیبل پر رکھتا شانزے کی طرف مڑا۔

"سب خیریت؟؟"

س کے یوں فکر سے پوچھنے پر رائنا جل کر رہ گئی۔

"غاز ڈارلنگ میں تمہیں لینے آئی تھی۔ چلو اپنے روم میں چلیں۔ آج کی رات تم میرے ساتھ گزار رہے ہو۔ آخر مجھے بھی تو میرے شوہر کی ضرورت ہے!!!"

وہ غازان کے قریب آکر اس کا بازو اپنے دونوں ہاتھوں میں۔ میں۔ تھامتی لاڈ سے بولی جب وہ اگلے ہی لمحے اس کو گرفت سے اپنا بازو چھڑوا گیا۔

"تمہاری ضرورت پوری کرنے کے لئے مردوں کی کمی تو کبھی نہیں رہی پھر اب ایسی ضرورت کیوں پیش آئی؟؟"

غازان سکندر کی بات پر رائنا کا چہرہ ایک دم پھیکا پڑ گیا۔ دل کو دھڑکا سا لگ گیا۔

"میری بیوی کی طبیعت اس وقت خراب ہے اور اسے اپنے "واحد شوہر" کی ضرورت ہے اس لئے تم یہاں سے جا سکتی ہو!!!"

اس کا ایک ایک الفاظ رائنا سکندر کا حلق خشک کر رہا تھا۔ وہ اسے سنا کر شانزے کے قریب بیڈ پر بیٹھ کر اس کا ماتھا چوم کر اس کو میڈیسن نکالنے لگا تو رائنا سکندر خاموشی سے وہاں سے کھسک گئی۔ دروازہ بند ہونے کی آواز پر غازنے گہرا سکوں بھرا سانس خارج کیا۔

"جلدی سے یہ دودھ کے ساتھ میڈیسن لیں اور اچھے بچوں کی طرح ریسٹ کریں۔"

وہ دودھ کا گلاس اور میڈیسن اس کے ہاتھ میں پکڑا کر بولا تو وہ آج نخرے کے بغیر دوائی نگلنے کے بعد ایک ہی سانس کا گلاس خالی کرتی اسے پکڑا کر سیدھی ہو کر لیٹ گئی تو غازان جھک کر اس پر کمبل اچھے سے ڈالنے لگا۔

"سو جائیں پر سکون ہو کر میری جان۔ میں یہاں اپ کے پاس ہی ہوں!!!"

اس کے پاس ہی نیم دراز ہو کر وہ ہولے ہولے اس کا سر تھپکتا بولا تو شانزے سب کچھ بھولتی آنکھیں بند کر گئی۔ اسے فلحال آرام کی اشد ضرورت تھی۔

..________________________..

"واہ ہینڈ سم ڈاکٹر!!! آپ کا گھر تو بہت زیادہ پیارا ہے!!!!"

وہ اشتیاق سے فلیٹ کا ایک ایک حصہ دیکھتی خوش ہو رہی تھی۔ وہ فلیٹ پر آتے ہی روایتی دلہنوں کی طرح بیڈ پر بیٹھ کا شوہر کا انتظار کرنے کی بجائے پورے فلیٹ کا جائزہ لینے میں مگن ہو چکی تھی۔

لہنگا دونوں ہاتھوں میں تھام کر ادھر سے ادھر گھومتی کھکھلاتی ہوئی زوہا کو دیکھتے عبداللہ سکندر خوشی سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔ اسے پتا ہی نہ چل سکا تھا کہ یہ لڑکی اس کے لئے کس قدر ضروری ہو چکی ہے۔

"میری جان یہ اب میری نہیں بلکہ ہم دونوں کا گھر ہے اور اس گھر کی مالکن آپ ہیں!!!"

وہ اسے محبت بھری نگاہوں کے حصار میں لیتے ہوئے بولا تو وہ خوشی سے کھلکھلا دی۔

"ہینڈسم ڈاکٹر یہ بہت زیادہ چبھ رہا ہے۔"

وہ منہ بناتی دوپٹہ اتار کے سائیڈ پر پھینکتی اپنے لہنگے کی طرف اشارہ کرتی بولی۔ اس نے کہاں کبھی اتنے ہیوی کپڑے پہنے تھے۔

"چلیں روم میں چلتے ہیں۔ آپ کا سامان میں سیٹ کروا چکا ہوں!!!"

اس کے ہوش ربا سراپے سے نظریں چرانے کی کوشش کرتے ہوئے وہ نرمی سے اس کا ہاتھ تھامتا اسے اپنے ساتھ لئے کمرے کی طرف بڑھ گیا جہاں گلاب کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔

وہ اسے ڈریسنگ کے آگے بیٹھا کر اس کو جیولری اتارنے لگا۔اس کے بعد الماری سے اسے نائٹ ڈریس نکال کر دیا تو وہ چینج کرنے چل دی۔چند منٹ کے بعد ہی وہ فریش ہو کر چینج کرتے باہر آئی تو عبداللہ سکندر کی نظریں اس پر ٹک سی گئیں۔گلابی رنگ کی ڈاٹس والی شرٹ اور کھلا ساٹراؤزر پہنے وہ بہت معصوم سی لگ رہی تھی۔وہ بے ساختہ اس کے قریب ہوتا اس کے گال پر لب رکھ گیا۔خود پر قابو پاتا وہ تیزی سے اپنا نائٹ ڈریس لئے باتھ روم میں بند ہوا تو زوہا نیند سے بوجھل آنکھیں لئے بیڈ پر گر گئی۔

کمرے میں ہیٹر آن تھا وہ اتنی سردی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

عبداللہ فریش ہو کر کمرے میں واپس آیا تو بیڈ پر نظر پڑتے ہی اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔

سامنے ہی زوہا کمبل کے بغیر بیڈ پر آری ترچھی لیٹی نیند کے مزے لے رہی تھی۔ ہونٹ ہلکے سے کھلے ہوئے تھے اور بازو بیڈ پر دونوں طرف پھیلا رکھے تھے۔

وہ نفی میں سر ہلا کر آگے بڑھتا اسے سہی طریقے سے لیٹا کر اس پر کمبل دیتا خود بھی اس کے قریب کھسک آیا۔

"میرا معصوم بے بی!!!"

جھک کر اس کی ننھی پیشانی پر بوسہ دیتے وہ اسے اپنے حصار میں قید کرتا آنکھیں بند کر گیا۔

..________________________..

دن تیزی سے گزر رہے تھے۔ دن ہفتوں اور ہفتے مہینوں میں تیزی سے بدل رہے تھے۔

غازان نے شانزے کو ہتھیلی کا چھالہ بنا رکھا تھا۔ اس کا بس نہ چلتا تھا کہ شانزے کا ہر کام اپنے ہاتھ سے کرے اور اسے بستر سے اترنے ہی نہ دے۔

"شانی یہ فروٹس جلدی سے فنش کریں ممی کی کافی کالز آچکی ہیں میں سن لوں۔"

پلیٹ شانزے کی گود میں رکھ کر اسے پیار بھرا حکم دینے کے بعد وہ اس کا ماتھا چوم کر ڈریسنگ کی طرف بڑھ گیا جہاں پڑا اس کا موبائل بجتا جارہا تھا مسلسل۔

"السلام علیکم مم کیسی ہیں آپ؟؟"

وہ موبائل کان سے لگاتا بات کرنے لگا۔ شانزے بے دلی سے فروٹ کھاتی بہت غور سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہی تھی۔

"مام شانزے کے آخری دن چل رہے ہیں ایسی حالت میں اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتا میں۔ سوری میں نہیں جا سکتا آپ چلی جائیں میں آپ کی فلائٹ بک کروا دیتا ہوں !!!"

اس کی بات پر شانزے چونک اٹھی۔ کہاں جانے کی بات ہو رہی تھی ؟؟

مزید دو منٹ بات کرنے کے بعد وہ موبائل رکھتا شانزے کی طرف آیا۔

"ابھی تک پلیٹ آدھی بھی نہیں ہوئی۔"

وہ خفگی سے کہتا پلیٹ اس کے ہاتھ سے لیتا پھر سے اسے خود کھلانے لگا۔

"کہاں جانے کا بول رہی مام ؟؟"

وہ دل میں کھلبلی مچاتا سوال زبان پر لے ہی آئی۔

"رائنا آؤٹ اف کنٹری ہے اپنے ماں باپ کے پاس۔ آج صبح اس کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے اور اس کی ٹانگ اور کمر پر کافی گہری چوٹیں آئی ہیں۔ مام مجھے ساتھ چلنے کا کہہ رہی تھیں۔"

وہ فورک کی مدد سے آم کا ٹکرا اس کے منہ میں ڈالتا نارمل انداز میں اسے بتا گیا۔

"آپ کو جانا چاہئے غازی آپ کی بیوی ہے وہ۔ اس حالت میں اسے آپ کی ضرورت ہو گی ویسے بھی یہاں میرے پاس صابرہ موجود ہوتی ہے!!!"

دھڑکتے دل پر قابو پاتی وہ بظاہر لاپرواہی سے بولی تو غازان کا چہرہ سپاٹ ہوا۔

"میری جان آپ بس اپنی اور ہمارے بے بی کی صحت پر توجہ دیں۔ باقی سب کیسے ہینڈل کرنا ہے یہ مجھ پر چھوڑ دیں۔"

سنجیدگی سے کہتا وہ اس کے قریب سے اٹھ گیا تو شانزے پریشان ہو اٹھی۔ وہ بھلا کب ایسے سنجیدہ ہوتا تھا اس کے ساتھ۔

وہ صوفے پر بیٹھ کر لیپ ٹاپ پر کام کرنے لگا۔ چہرے کے تاثرات بگڑے ہوئے معلوم ہو رہے تھے۔ شانزے نیم دراز ہوتی ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتی رہی۔

وہ جب اس کے قریب ہوتا تھا تو کچھ نہ کچھ بولتا ہی رہتا تھا اور شانزے ہی یہ بات جانتی تھی کہ کس قدر سکون ملتا تھا اسے سنتے ہوئے۔

اب وہ یوں خفا اور خاموش بیٹھا تھا تو شانزے کو بے چینی ہونے لگی۔

"کچھ لوگ ایسے ہوتے ہے ہماری زندگی میں جن کی صرف بولتے رہنے سے ہی سکون ملتا ہے۔ ایسا سکون جس کے لئے زندگی لٹائی جا سکے سانسیں بھلائی جاسکیں!!!!"

غازان سکندر کو دیکھتے شانزے جلال کے دل نے بے ساختہ یہ اعتراف کیا تھا۔

اچانک ہوتے کمر درد کی وجہ سے بے ساختہ اس کے لبوں سے سسکی برامد ہوئی تھی۔تکلیف کی لہر پورے جسم میں پھیلی تھی۔وہ کہنی کے بل ہوتی کروٹ بدلنے کی کوشش کرنے لگی۔

غازان جو اس کے یوں تکلیف سے سسکی بھرنے پر چونکا تھا اسے کروٹ لینے کی کوشش کرتے دیکھ کر تیزی سے اٹھ کر اس کی طرف لپکا اور اسے کروٹ بدلنے میں مدد دینے لگا۔

"شانی آپ ٹھیک ہیں؟؟ کہاں درد ہو رہا ہے؟؟ڈاکٹر کے پاس چلیں؟؟"

وہ اس کی آنکھوں سے پھسلتے آنسوؤں پر بے چین ہوتا اس کے آنسو اپنے لبوں سے چنتا استفسار کرنے لگا۔

"جائیں ابھی بھی منہ بنا کر وہاں بیٹھ جائیں اور اپنا کام کریں!!!"

وہ غصّے سے اس کا ہاتھ پیچھے کرتی بولی تو غازان آنکھیں پھیلا گیا۔

موڈ سوینگز کی وجہ سے اس کے موڈ کا پتا نہیں چلتا ہے۔ اب تو وہ غازان کو بیویوں والے نخرے اور ناراضگیاں بھی دکھانے لگی تھی جن پر وہ پھولے نہیں سماتا تھا مگر اس وقت اسے اپنی غلطی ڈھونڈنے سے بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

"شانی ناراض بعد میں ہو جائے گا پلیز پہلے مجھے بتائیں کہاں درد ہے ہسپتال جانے کی ضرورت تو نہیں؟؟"

وہ بے حد پریشانی سے بولتا اس کے چہرے پر بکھرے بال ہٹا کر پوچھنے لگا۔

"نہیں۔ کمر میں تھوڑی درد ہے بس میں ٹھیک ہوں آپ جائیں۔"

انداز و الفاظ میں خفگی جوں کی توں تھی۔

"غازان مسکراہٹ چھپا گیا۔ کاش اسے بتا سکتا ایسے رعب ڈالتی خفا ہوتی پوری بیوی لگ رہی تھی۔

وہ جھک کر اس کے کندھے پر لب رکھتا دھیرے دھیرے اس کی کمر دبانے لگا۔ ایک ہاتھ سے اس کے بالوں کو سہلا رہا تھا جب کہ دوسرے ہاتھ سے نرمی سے اس کی کمر دبا رہا تھا۔

شانزے کے وجود میں سکوں اترنے لگا۔ وہ اسے منع نہیں کرنے والی تھی کیوں کہ ایسے معاملات میں اس کی کم ہی سنا کرتا تھا۔

"ایک دفعہ اس آفت کو دنیا میں آنے دیں بس۔ کچھ عرصہ آپ کے قریب پھٹکنے بھی نہیں دینا اسے میں نے جتنا آپ کو تنگ کر رہا ہے۔ اگر تو بابا کی پرنسیس ہوئی تو بابا کے حصار میں ہی رہے گی اور اگر ماما کا بدمعاش ہوا تو ـــــ"

وہ جو نرمی سے اس کی کمر دباتا آنکھوں میں چمک لئے بول رہا تھا اس کے ایک دم چہرہ موڑ کر گھورنے پر سٹپٹا گیا۔

"کیا ہوا شانی جان ؟؟"

وہ بہت معصومیت سے جان کر بھی انجان بنا تھا۔

"پاپا کی پرنسیس پری اور ماما کا شہزادہ بد معاش؟؟میرے بیٹے نے کون سی زمین کھالی ہے آپ کی جو اسے ایسے الفاظ سے نواز رہے ہیں؟؟"

اس کی بات اور انداز پر غازان کو زوروں کی ہنسی آرہی تھی مگر اس وقت شانزے کے سامنے ہنسنا مطلب اپنے پیر پر آپ کلہاڑی مارنا تبھی وہ لب بھینچتا اپنی بے ساختہ اُمڈتی ہنسی کا گلا گھونٹنے کی کوشش کرنے لگا۔

"اوکے اوکے مان لیا میری شہزادی!!!"

وہ ایک ہاتھ کان کو لگاتا بولا تو اسے یوں دیکھتے شانزے کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا پر وہ بھرم دکھاتی ہنہہ کہہ کر چہرہ موڑ گئی تو غازآن ہولے سے ہنستا جھک کر اس کا ماتھا چوم گیا۔

اس کا لمس محسوس کرتی وہ مسکرا کر آنکھیں بند کر گئی۔ کس قدر جان لیوا عادت ہو گی تھی اس کے لمس کی۔ وہ دن میں بیسیوں مرتبہ اسے اپنے لمس سے مہکایا کرتا تھا۔

یہ شخص بہت پیارا تھا پر شانزے کا نہیں تھا یہی غم اسے رلاتا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ کچھ دن شاخ پر بسیرا کر لینے سے باغ ہمارا نہیں ہو جایا کرتا۔

..________________..

"عبداللہ مجھے آپو کی یاد آرہی ہے بہت !!!"

اس کی بات پر عبداللہ سکندر نے سر جھکا کر اپنے کندھے پر سر رکھ کر لیٹی زوہا کو دیکھا جو آج اداس اداس سی تھی۔

"زوہا کی آپو کا بے بی آنے والا ہے نا کچھ دن میں۔ پھر میں اور زوہا بے بی سے ملنے جائیں گے تو زوہا اپنی آپو سے بھی مل لے گی !!!"

وہ جھک کر اس کے ماتھے پر لب رکھتا بولا تو اس کی بات پر وہ سر اٹھا کر چمکتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"بے بی کب آئے گا؟؟ میں اتنے دن سے انتظار کر رہی ہوں۔ آپ نے کہا تھا جلدی آجائے گا پر ابھی تک نہیں آیا !!!"

اب کی دفعہ وہ خفگی سے بولتی عبداللہ کے بازو سے سر اٹھا کر بیڈ پر لیٹ گئی تو عبداللہ گہرا سانس بھر گیا۔ یقیناً اب اس کی بلاوجہ شامت آنے والی تھی۔ وہ بیچارہ غلطی کے بغیر ہی پستا تھا۔

گزرے چھے ماہ میں پراپر علاج اور عبداللہ کی حد درجہ کیئر کی وجہ سے وہ بہت تیزی سے نارمل ہو رہی تھی۔

"زوہا کیا آپ کو بے بیز اچھے لگتے ہیں؟؟"

اس کے قریب نیم دراز ہوتے عبداللہ سکندر نے اس کے چہرے پر جھولتی بالوں کی آوارہ لٹ کو انگلی کی مدد سے کان کے پیچھے کرتے پوچھا تو اس کے سوال پر زوہا مسکراتی ہوئی تیزی سے اثبات میں سر ہلا گئی۔

"ہاں بہت زیادہ پسند ہیں۔مجھے ان کے چھوٹے چھوٹے سوفٹ سے ہاتھ پاؤں بہت پیارے لگتے ہیں دل کرتا ہے بس چومتی رہوں۔"

اس کے اشتیاق پر وہ لب دبا گیا۔

"آپو کا بے بی تو ان کے پاس رہا کرے گا پھر زوہا اس کے ساتھ کیسے کھیلے گی اور اسے پیار کیسے کرے گی؟؟؟"

وہ اس کے ہاتھ کی انگلیوں میں اپنی مضبوط انگلیاں الجھا کر اس کی انگلیاں لبوں سے لگاتا بولا تو زوہا پل بھر کے لئے سوچ میں پڑ گئی۔

"عبداللہ کیا ہم تھوڑے دن کے لئے بے بی کو اپنے پاس نہیں لا سکتے؟؟؟"

وہ اب پریشان نظروں سے اسے دیکھتی پوچھ رہی تھی۔

"نہیں چھوٹے بے بی اپنی ماما کے بغیر نہیں رہتے بہت روتے ہیں۔"

اس کے جواب پر وہ مزید پریشان ہوئی۔

"پھر میں کیا کروں عبداللہ میں تو بے بی کا اتنا زیادہ ویٹ کر رہی تھی۔"

منہ بسور کر کہتی وہ اپنا ہاتھ چھڑوانے لگی جب عبداللہ اس کے مزید قریب کھسکتا اس کے گرد اپنا حصار قایم کر گیا۔

"اگر زوہا بے بی کو اتنا ہی بے بی پسند ہے تو ہم اللہ سے اپنا بے بی مانگ لیتے ہیں نا۔۔۔ کیا خیال ہے؟؟؟"

وہ اس کے کان کے قریب جھک کر سرگوشی کرتا بولا تو پل بھر میں ہی زوہا کان کی لوؤں تک سرخ پڑی تھی۔

شانزے کی باتیں تیزی سے دماغ میں گونجی تھیں جو آج کل زور و شور سے اسے میاں بیوی کے حقوق و فرائض سمجھانے کے مشن پر لگی ہوئی تھی۔

"پپ۔۔۔پتا نہیں مجھے !!!"

لرزتی آواز میں کہتی وہ اس کے سینے پر دونوں ہاتھ جما کر اسے پیچھے دھکیلنے کی کوشش کرتی پر اب ایسا ممکن کہاں تھا جب عبداللہ سکندر کے دل کی بات زبان پر آچکی تھی۔

* پر مجھے تو بہت اچھے سے پتا ہے اور میں چاہتا ہوں آپ کو بھی پتا چل جائے اور اپ سنجیدگی سے اس پر سوچیں !!!"

اس کے الفاظ زوہا کے وجود میں پھریری سی دوڑا گئے۔ اس سے پہلے وہ مزید بات کی بڑھاتا رابعہ سکندر کی کال پر وہ اسے نرمی سے اپنے حصار سے آزاد کے گیا جو اگلے ہی پل نظروں سے اوجھل ہوئی تھی۔ اس کی تیزی دیکھتے عبداللہ سکندر چہرہ جھکا کر ہنس دیا۔

..____..

وہ ایک ادا سے ساڑھی کا پلو سنبھالتی مخصوص ٹیبل کی طرف بڑھنے لگی جب سامنے نظر پڑتے ہی ٹھٹھک گئی۔

پہلے آنکھوں میں بے یقینی لہر آئی پھر نا سمجھی پھر تپش!!! اگلے ہی پل وہ ضبط کرتی اس ٹیبل کی طرف بڑھی۔

"جلدی سے فنش کریں پھر ہمیں شاپنگ کے لئے بھی جانا ہے۔ میں سوچ رہا تھا ہم غاز بھائی اور شانزے بھابھی کے بے بی کے لئے شاپنگ کر لیتے ہیں آج کیا خیال ہے؟؟"

ٹیبل کے قریب پہنچ کر اپنے چھوٹے اور لاڈلے بیٹے کی لاڈ بھری آواز سنتے وہ لب بھینچ کر اس کے کندھے پر ہاتھ دھر گئی۔

اپنا کندھے پر کسی کا لمس محسوس کرتے عبداللہ سکندر نے چونک کر گردن گھمائی تو رابعہ سکندر کو دیکھتے اگلے ہی پل اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا.

"ارے مام آپ یہاں !!وہاٹ آپلیزنٹ سرپرائز!!! کیسی ہیں آپ آئیں نہ ہمیں جوائن کریں !!!"

وہ ان کے گلے لگتا خوشی سے بولا جب کہ اسے دیکھتے زوہا بھی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

"زوہا یہ میری مام ہیں اور مام یہ زوہا ہے !!!"

وہ زوہا کے پہلو میں کھڑے ہوتے اسے اپنے حصار میں لے کر رابعہ سکندر اور اس کا تعارف کروانے لگا۔

"یہ لڑکی تمہارے ساتھ کیا کر رہی ہے عبداللہ ؟؟ تم کب سے پیشنٹس کو ڈنر کروانے فائیو سٹار ہوٹلز میں لانے لگے !!!"

رابعہ سکندر اس کی بات کو اگنور کرتی سخت سوال داغ گئیں۔ زوہا نا سمجھی سے دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ زوہا ہے مام!!!زوہا عبداللہ سکندر!!!"

وہ زوہا کے کندھوں کے گرد حصار قایم کرتا نرمی سے اس کی طرف دیکھتا اس کا پورا تعارف کروا گیا جس پر رابعہ سکندر بے یقینی کے سمندر میں ڈوب گئی۔

"تم نے یہاں بھی وہی کیا نا عبداللہ جو تم ہمیشہ سے کرتے آئے ہو۔اپنی من مانی!!!میں تو یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ تم مذاق کر رہے ہو کیوں کہ تم نے کبھی اس قابل بھی نہیں سمجھا مجھے!!!اگر تمہیں شادی کرنی بھی تو تمہیں یہ پاگل اور جاہل لڑکی ہی ملی تھی؟؟"

وہ چیخ نہیں رہی تھی کیوں کہ یہ ان کا انداز نہ تھا پر ان کے الفاظ!!!عبداللہ کی آنکھیں سرخ پڑنے لگی۔

اپنے لئے ایسے الفاظ سن کر زوہا لب بھینچ گئی۔اتنی بھی نا سمجھ نہ تھی کہ ایسے الفاظ اور ان سے چھلکتی ناگواری نہ پہچان پاتی۔

"مام یہ میری بیوی ہے !!! مسز عبد اللہ سکندر اور یہی اس کی پہچان ہے۔ مجھے بلکل بھی اچھا نہیں لگا آپ نے ایسے الفاظ استعمال کیے میری بیوی کے لئے۔ آپ نے میری بیوی کی نہیں بلکہ میری انسلٹ کی ہے۔ پبلک پلیس پر مجھے کوئی سین کریٹ نہیں کرنا گھر پر مل کر بات کریں گے اللہ حافظ !!!"

تحمل سے اپنی بات پوری کرنے کے بعد وہ والٹ سے پیسے نکال کر ٹیبل پر رکھتا زوہا کا ہاتھ تھام کر وہاں سے نکلتا چلا گیا جب کہ رابعہ سکندر اس کی پشت دیکھتی رہ گئیں۔

..________________________..

وہ میٹنگ سے فارغ ہو کر ابھی میٹنگ روم سے نکلا ہی تھا جب سکرین پر شانزے کا نام چمکنے لگا۔ غازان ایک سیکنڈ کی دیری کے بغیر کال اٹھا گیا۔

ڈاکٹر نے تین دن بعد کی ڈیٹ دی تھی مگر قدرت کے کاموں کا کیا پتا!! اس لئے آج کل وہ بہت محتاط رہتا تھا۔ ضروری میٹنگ کے لئے ہی آفس آتا

ورنہ زیادہ کام گھر سے ہی کر لیتا۔ اس کی کون ساماں گھر موجود تھی جو اس حال میں اپنی بہو کا خیال رکھ لیتی۔

کچھ دن پہلے رابعہ سکندر رائنا کے پاس سے واپس آئی تو غازان نے انھیں کال کر کے بلایا تھا مگر ان کا جواب یہ تھا کہ وہ اپنے گھر سے باہر اتنے دن نہیں گذار سکتی اور پھر کام والیاں کس لئے تھیں۔ جس دن بچے کی پیدائش ہو گی وہ اسی وقت ٹکٹ کروا کر آجائیں گی۔ غازان چپ رہ گیا۔

کال اٹھا کر موبائل کان سے لگاتا وہ تیزی سے لفٹ کی طرف بڑھا۔

"صاحب جی جلدی گھر آجائیں جی بی بی جی کی طبیعت بہت زیادہ بگڑ گئی ہے!!!"

صابرہ کی گھبرائی آواز سن کر غازان کا دل دھڑک اٹھا۔

"میں بس پندرہ منٹ میں پہنچ رہا ہوں صابرہ آپ ایسا کریں پلیز شانزے کی کمادبائیں اور اسے ہمت دیں میں جلدی سے جلدی پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

وہ لفٹ میں بند ہوتا اسے ھدایت دینے لگا۔

"جی صاحب جی!!!"

صابرہ کہہ کر کال بند کرنے لگی جب وہ اسے پکار گیا۔

"صابرہ میری بات کروائیں شانی سے آپ!!!"

وہ بے چینی سے لفٹ کھلنے کا انتظار کرتے ہوئے بولا مگر دوسری طرف سے لائن کٹ گئی۔اس نے تیزی سے دوبارہ نمبر ملایا پر نمبر بند جا رہا تھا۔غازی سے پریشانی کے عالم میں آپارٹمنٹ کی لینڈلائن پر کال کی۔ایک بار!!دوبار!!تین بار!!!کوئی کال نہیں اٹھا رہا تھا۔لفٹ رکتے ہی وہ تیزی سے گاڑی کی طرف بھاگا۔

آفس سے گھر تک کا فاصلہ غازان سکندر نے کیسے طے کیا یہ بات صرف وہی جانتا تھا۔ وہ ساتھ بار بار شانزے اور لینڈ لائن پر کال کرتا رہا مگر رابطہ نہ ہوا۔

گھر پہنچ کر وہ تیزی سے اندر کی طرف بھاگا۔

"شانی!!!"

وہ اسے پکارتا تیزی سے کمرے کا دروازہ کھول گیا جب سامنے نظر آتا منظر دیکھتے اس کی آنکھیں حیرت و بے یقینی سے پھیل گئیں۔

..________________________________..

وہ جب سے واپس آئے تھے زوہا بہت خاموش سی تھی۔ شاپنگ کے دوران بھی وہ چپ چپ ہی رہی تھی۔ عبداللہ سب سمجھ رہا تھا مگر خود بات کر کے اسے مزید پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے اس کا دھیان بھٹکاتا رہا۔

گھر آنے کے بعد فریش ہو کر بستر پر آ کر بھی اس کی خاموشی نہ ٹوٹی تو عبداللہ گہرا سانس بھر کر اس کے قریب ہوا۔

"میرا بے بی اتنا چپ چپ کیوں ہے آج؟؟ آج اپنے ہینڈسم ڈاکٹر سے بات نہیں کرنی کیا؟؟"

وہ اس کے قریب ہوتا اسے بازو سے تھام کر اس کا رخ اپنی طرف موڑ کر نرمی اور محبت سے پوچھنے لگا۔

"اوفو عبداللہ میں بچی تھوڑی ہوں جو آپ مجھے بے بی کہہ کر پکارتے ہیں اور نہ ہی میں پاگل ہوں جو آپ مجھے اس طرح ڈیل کرتے ہیں!!!"

وہ جو پہلے ہی رابعہ سکندر کے الفاظ کے پیچ و تاب میں الجھی ہوئی تھی اس کی نرمی پر ایک دم پھٹ پڑی۔

"زوہا جب بوڑھی ہو جائے گی میں تب بھی بے بی کہہ کر ہی پکاروں گا کیوں کہ میری اتنی پیاری سی بے بی ہو تم اور بھلا پاگل کب سے اتنے حسین اور جان لیوا ہونے لگے ؟؟"

وہ اس کے گال محبت سے سہلاتا بولا تو زوہا اس کے کندھے پر سر رکھتی سسک اٹھی۔

"پھر آپ کی مام نے ایسا کیوں بولا عبداللہ میں جانتی ہوں وہ ماں ہیں بڑی ہیں پر مجھے ان کے الفاظ پر بہت دکھ ہوا!!!! میں ان کو اچھی کیوں نہیں لگی؟ انہوں نے تو مجھ سے بات بھی نہیں کی مجھ سے کوئی کام بھی نہیں کروایا پھر کیسے مجھے برا کہہ دیا۔ ہم کسی کو جانے بغیر اس کی ذات پر تبصرہ کیسے کر سکتے ہیں؟"

وہ سسکتی ہوئی اپنا دکھ بیان کر رہی تھی۔ سارا بچپنا جیسے کہیں دور جا سویا تھا۔ ہاں وقتی طور پر اس کا دماغ وقت سے پیچھے جا چکا تھا پر اب تو بہت تیزی سے

وہ بہتری کی طرف آرہی تھی۔ اکیس سالہ لڑکیاں اتنی سمجھ بوجھ تو ہوتی ہے۔

"جو خامیاں دیکھنے کے تمنائی ہوں انھیں خوبیاں نظر نہیں آیا کرتی!!! وہ زوہا کو قریب سے جانتی نہیں ہیں نا اس لئے ایسا بولا ورنہ میں نے آج تک زوہا جتنی اچھی لڑکی نہیں دیکھی باخدا!!!"

وہ جھک کر اس کی پیشانی چومتا اسے اپنے ساتھ لگا گیا۔

"دیکھی ہیں!!! میری آپا سب سے زیادہ اچھی ہیں۔ مجھ سے بھی زیادہ اچھی"!!!

وہ رونا دھونا بھول کر سر اٹھاتی تیزی سے اسے آگاہی فراہم کر گئی۔ اس کی بات اور انداز پر عبداللہ بے ساختہ ہنس دیا۔

بھلا ایسا ہو سکتا تھا کہ کوئی اچھی بات ہو رہی ہو اور زوہا بے بی اپنی آپو کا ذکر نہ کرے۔ اسے شانزے سے اپنی ماں سے بھی زیادہ محبت اور انسیت تھی یہ بات عبداللہ سکندر بہت اچھے سے جان گیا تھا ان چند مہینوں میں۔

اب وہ ہر غم بھولتی زور و شور سے اپنی آپو کو ڈسکس کرنے میں مصروف ہو چکی تھی اور بے چارہ عبداللہ ہنسی خوشی سننے پر مجبور تھا۔ اب یہ باتوں کا پٹارہ تب ہی بند ہوتا جب زوہا بے بی کی آنکھیں بند ہوتی نیند کے باعث۔

..________________________..

بچپن میں ہی باپ کی وفات نے غازان سکندر کو سہما دیا تھا۔ عبداللہ بہت چھوٹا رتھا یہ سب نہیں سمجھتا تھا۔

جہاں غازان نرم طبیعت کا اور ہر بات مان لینے والا تھا وہیں عبداللہ ضدی اور اپنی بات منوانے والا تھا۔

جیسے جیسے بڑے ہوتے زندگی بدلتی گئی۔ رابعہ سکندر اپنی حکمرانی کرنے والی عورت تھی۔ سکندر کا بزنس سنبھالنے کے بعد وہ اور بھی حاکمیت پسند ہو گئی۔

وہ جو بھی بات کرتی غازان چپ چاپ مان لیتا جب کہ عبداللہ ضد کرتا۔ اس طرح دھیرے دھیرے رابعہ سکندر کا حکم غازان پر چلنے لگا۔

غازان کس اسکول گیا کون سے سبجیکٹس رکھے کس کالج گیا کس یونیورسٹی گیا کون سی فیلڈ اختیار کی اس سب میں رابعہ سکندر کی مرضی چلی۔

وہ جب دھیرے سے اپنی خواہش کا اظہار کرتا اسے ڈانٹ کر خاموش کروا دیا جاتا۔ یوں آہستہ آہستہ اس کی اپنی مرضی کہیں بہت پیچھے رہ گئی اور اس کی زندگی پر پوری طرح رابعہ سکندر کی اجارہ داری رہ گئی.

کالج سے لے کر عبداللہ سکندر آج تک زندگی کا ہر فیصلہ خود لے رہا تھا۔ وہ اگر ضدی تھا تو رابعہ سکندر کا لاڈلا بھی تھا۔ اسے تو جیسے سب معاف تھا۔

اسے بزنس سنبھالے کچھ ہی دن ہوئے تھے جب رابعہ سکندر اپنی بھانجی رائنا کا رشتہ لے آئیں۔ زندگی میں پہلی دفعہ غازان نے اپنی ماں کے کسی فیصلے کی سخت مخالفت کی تھی۔

"مام آپ کیوں چاہتی ہیں کہ میں ایک بد کردار لڑکی سے شادی کر لوں۔ میں نے ہمیشہ پیور لائف گزاری ہے خود کو اپنی بیوی کی امانت سمجھ کر کبھی خیانت نہیں کی تو کیا میرا اتنا حق بھی نہیں بنتا کہ ایک پاک اور اچھے کردار کی لڑکی میری زندگی کا حصّہ بن سکے۔ میں رائنا جیسی لڑکی سے شادی نہیں کر سکتا جو کپڑوں کی طرح مرد بدلتی ہے۔"

وہ کبھی کسی کو بے لباس نہ کرتا مگر یہاں فیصلہ زندگی بھر کا تھا۔ اس کی زبان کو بریک رابعہ سکندر کے ہاتھ سے پڑنے والا تھپڑ نے لگائی تھی۔

"آج تمہاری یہ بکواس سن لی اس کے بعد نہیں سنوں گی۔ شادی تمہاری رائنا سے ہی ہو گی اور اگر تم نے اب انکار کیا یا کوئی تماشہ کھڑا کیا تو میرا مرا ہوا منہ دیکھو گے۔"

بس یہاں غازان سکندر کے الفاظ ختم تھے۔ یہی تو کرتی آئی تھی اس کی ماں ہمیشہ سے۔ اسی بلیک میلنگ نے تو غازان سکندر کو کہیں کا نہ چھوڑا تھا۔ اس کے اندر کا وہ معصوم اور خوف زدہ بچہ آج بھی زندہ تھا جو باپ کے بعد ماں کو کھونے کا حوصلہ نہ رکھتا تھا۔

اس نے سوچا رائنا سکندر شادی کے بعد شاید سدھر جائے مگر جب کسی جانور کو جگہ جگہ منہ مارنے کی لت لگ جائے پھر بھی گھر کا حلال کھانے کے قابل نہیں رہتا۔

وہ رائنا کے قریب جانا بھی پسند نہ کرتا تھا اور یہاں بھی رابعہ سکندر نے اسے مجبور کیا۔ شادی کے ایک سال بعد جب اس نے خود اپنی آنکھوں سے اسے

کسی غیر مرد کے بستر پر دیکھا بس تبھی غازان سکندر نے خود سے عہد کر لیا کہ اب کبھی اس کے قریب نہیں جائے گا۔ وہ اتنا بے غیرت مرد بھی نہ تھا جتنا اس کی ماں اور بیوی نے سمجھ لیا تھا۔

..________________________..

"شانی!!!"

وہ اسے پکارتا تیزی سے کمرے کا دروازہ کھول گیا جب سامنے نظر آتا منظر دیکھتے اس کی آنکھیں حیرت و بے یقینی سے پھیل گئیں۔

پورا کمرہ سیاہ اور سرخ غباروں اور گلاب کے پھولوں سے سجا مہک رہا تھا اور اس کی بیوی بھاری وجود لئے سجی سنوری ہاتھوں میں کیک تھامے کھڑی تھی۔

خوش ہونے کی جگہ غازان سکندر کا پارہ ایک دم ہائی ہوا تھا۔

"ہیپی برتھ ڈے غازی!!!"

وہ مسکرا کر بولتی چھوٹے چھوٹے قدم لیتی اس کے قریب آئی تو وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے سہارا دینے سے خود کو روک نہ پایا پر اس کا چہرہ تن کر سخت ہو چکا تھا۔

"کیا ہوا غازی آپ کو خوشی نہیں ہوئی؟؟"

وہ جو خود کی برتھڈے بھولا بیٹھا تھا شانزے نے سوچا اس سرپرائز سے بہت خوش ہو گا مگر اس کے سخت تاثر دیکھتی وہ گھبرا کر پوچھ گئی۔ اس نے بھلا کہاں دیکھا تک آج تک غازان کا ایسا روپ!!!

"یہ سرپرائز تھا؟؟ اتنی سی بات کے لئے اتنا بھیانک مذاق کون کرتا ہے۔ آپ کو اور کوئی بہانہ نہیں ملا تھا۔ جانتی بھی ہیں کس قدر پریشانی اور خوف سے گزرا ہوں میں ان پندرہ منٹوں میں!!! راستے میں پتا نہیں کتنی دفعہ

ایکسیڈنٹ ہوتے بچا ہے اوپر سے موبائل بھی بند کر دیے۔ شانزے بہت مایوس کیا ہے آپ نے مجھے!!!"

دکھ اور افسوس سے غازان بول رہا تھا اور شانزے کو لگا جیسے کچھ بہت غلط ہو گیا ہے۔

وہ ہاتھ میں پکڑا ایک سائیڈ ٹیبل پر رکھتی اگلے ہی پل چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر رو دی۔ غازان اپنے غصّے پر قابو پاتا اسے اپنے حصار میں قید کرنے لگا جب وہ غصّے میں اسے پیچھے کرتی تیز تیز قدم اٹھاتی بیڈ کی طرف بڑھ گئی۔

اس کے تیور دیکھتا غازان بے بسی سے خود کو دیکھ کر رہ گیا۔ اب وہ باقاعدہ سسکیوں سے رونے لگی تھی۔ غازان اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر اپنے تاثرات نارمل کرتا اس کی طرف بڑھا۔ کوٹ اور ٹائی وہ گاڑی میں ہی اتار چکا تھا۔ شٹ کے اوپری تین بٹن بھی کھلے ہوئے تھے۔

وہ بیڈ کی طرف بڑھا جہاں وہ کروٹ لئے لیٹی رو رہی تھی۔ کمرے کو سیاہ اور سرخ کرنے کے بعد خود بھی ان دو رنگوں میں سجی ہوئی تھی۔ سیاہ سٹائلش سا فراک پہنے سرخ دوپٹہ گردن کے دونوں طرف گرائے سیاہ حسین زلفوں کو پیاری سی ہیئر بو میں قید کیے لبوں کو سرخ رنگ میں رنگے وہ بھرپور تیاری سے مقابل کو خوش کرنے کا انتظام کر چکی تھی۔ اسے احساس نہیں تھا مگر وہ واقعی بہت غلط بہانہ بنا چکی تھی۔ غازان کس قدر خوف زدہ ہو گیا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔ اپنی برتھڈے تو اسے یاد ہی نہ تھی ورنہ کوئی کلو مل جاتا۔

اے سی کی سپیڈ تیز کرنے کے بعد وہ اس کے قریب نیم دراز ہو کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے اس کا رخ موڑنے لگا جب وہ روتی ہوئی غصّے سے اس کا ہاتھ جھٹک گئی۔

وہ پھر سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ گیا وہ پھر جھٹک گئی۔ اب کی بار غازان اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر احتیاط سے اس کا رخ موڑ گیا۔ وہ خود کو چھڑوانے کے لئے ہاتھ پیر چلانے لگی پر غازان اسے پوری طرح جکڑ گیا۔ تھوڑی سی

مزاحمت سے ہی وہ ہانپ گئی تو غصّے سے اس کے سینے پر مکے برسانے لگی۔
جب اس کام سے بھی تھک گئی تو خونخوار نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔
غازان کی بے ساختہ ہنسی چھوٹ گئی۔

گول مٹول سی غصّے سے ناک منہ پھلاتی وہ اسے ہنسنے پر مجبور کر گئی۔ وہ اتنی پیاری لگ رہی تھیکہ غازان بے ساختہ جھک کر اس کا چہرہ چوم گیا۔

"پیچھے ہو جائیں۔ یہ جھوٹا پیار جتانے کی کوئی ضرورت نہیں !!!"

وہ غصّہ کرتی بولی تو اس کی بات پر غازان آنکھیں پھیلا گیا۔

"اللہ کو مانیں بیگم کب جھوٹا پیار جتایا؟ پیار بھی جھوٹا ہوتا ہے بھلا؟؟ میرے اتنے پکے سچے پیار کو آپ ایسے کہیں گی اب !!!"

وہ نفی میں سر ہلاتا یوں بول رہا تھا جیسے بہت افسوس ہوا ہو۔ اس کی حالت دیکھتے وہ اپنے غصّے پر قابو پاتا اب اسے ڈیل کر رہا تھا جو اسے منانے یا

شرمندہ ہونے کی بجائے خود ناراض ہی چکی تھی اوپر سے رو کر اس کا جی بھی جلا چکی تھی۔

"مجھ پر غصّہ کر کے آپ اچھے سے بتا چکے ہیں کہ کتنا پیار ہے آپ کو مجھ سے !!! پیچھے ہو جائیں !!!"

وہ بھیگی آواز میں بولتی اسے گہرا سانس بھرنے پر مجبور کر گئی۔

اصل رونا اور غم تو اسی بات کا تھا کہ غازان نے اس پر غصّہ کیا ہے۔ انکی شادی ہو کچھ دن میں پورا سال ہونے والا تھا اور یہ پہلی دفعہ تھا جن غازان نے اس سے سخت لہجے میں بات کی تھی۔

"شانی غصّہ کب کیا ہے آپ پر میری جان !! آپ نہیں جانتی کتنا ڈر گیا تھا میں۔ یہ تو جانتی ہیں نا آج کل بہت فکر لگی رہتی ہے آپ کی مجھے !!!"

وہ اسے مزید خود کے قریب کرتے نرمی سے اس کی کمر سہلانے لگا کیوں کہ اس کے چہرے سے تکلیف کے تاثرات بھانپ گیا تھا۔ شانزے بھی تھک کر مزاحمت چھوڑ چکی تھی۔

"آپ جو مرضی کہیں اب۔ سہی کہا جاتا ہے کہ اولاد کے بعد شوہر کی محبت غائب ہو جاتی ہے۔ آج تک بس سنا تھا آج دیکھ بھی لیا۔"

غازان اسے محض دیکھ کر رہ گیا جو اس کے سینے سے لگی اسی کی شرٹ سے ناک رگڑتی اسے ہی محبت نہ ہونے کے اتنے سنگین الزام سے نواز رہی تھی۔

اس کا قصور کیا تھا؟؟ محض اتنا کہ اس نے اپنی پریگننٹ بیوی سے اسی کی غلطی پر تھوڑے سنجیدہ لہجے میں بات کی تھی۔

"معاف کر دیں میری جان آج کے بعد ایسی غلطی نہیں ہو گی!!!"

وہ بے بس ہوتا اس کی غلطی پر بھی خود ہی معافی مانگ گیا کیوں کہ اسے محض یہی راستہ نظر آرہا تھا اپنی ناراض بیوی کو منانے کا۔ وہ بہت صبر اور ہمت والی تھی۔ kbi شکوہ نہیں کرتی تھی کسی بات پر پر بھلا ہو اس کی اولاد کا جو اس سے جانے کیا کیا کرواتی جارہی تھی۔

وہ جھک کر اس کے چہرے کا ایک ایک نقش لبوں سے چھو کر اسے معتبر کرتا اس سے معافی مانگتا جارہا تھا۔ بالآخر پورے گھنٹے کے بعد شانزے کو اس پر رحم آ ہی گیا۔

"بس آخری دفعہ معاف کررہی ہوں۔ آپ کی صورت پر ترس آگیا بس۔"

اس کی فیاضی پر غازان سکندر عش عش کر اٹھا مگر اس کی کیا مجال جو مزید ایک بھی لفظ بول کر اپنی بیگم کو پھر سے ناراض کرتا۔

"وہ پیارا سا کیک اپنی بے قدری پر رو رہا ہو گا!!!"

اسے نرم پڑتے دیکھ کر وہ اس کی توجہ کیک کی طرف کرواگیا۔

"اف اللہ!!! دیکھا مجھے بھلا دیا۔ اتنی محبت سے میں نے آپ کے لئے کیک بیک کیا اور آپ کی پسند کا کھانا بنایا۔ آپ نے سب بھلا دیا!!!"

وہ سر پر ہاتھ مار کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگی تو غازان اسے سہارا دے کر بیٹھا گیا۔

"شانی جان آپ نے اتنی دیر کھڑے رہ کر کیوں یہ سب کیا پتا ہے نا ڈاکٹر نے اب مکمل بیڈ ریسٹ کا کہا ہے۔ مجھے یہ سب بہت اچھا لگا خود کو مت تھکایا کریں میری جان!!!"

اس کی حرکت سن کر غازان کو غصّہ تو بہت آیا مگر پی گیا۔ اپنی بیگم پر غصّہ کرنا وہ فلحال افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔

اسے نرمی سے اپنے ساتھ لگا کر بیٹھا تا وہ ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل پر پڑا کیک اور چھری پکڑ کر بیڈ پر ہی رکھ گیا۔ شانزے کا بار بار اٹھنا بیٹھنا ٹھیک نہیں تھا

وہ بھی جب وہ تکلیف میں تھی۔ اگر وہ بتا نہیں رہی تھی تو اس کا مطلب یہ تھوڑی تھا غازان کو پتا نہ چلتا۔

وہ محبت ہی کیا جہاں اپنی خوشیاں اور غم زبان سے بول کر بتانے پڑیں۔ کیا آنکھوں کی زبان کافی نہیں ہوتی ؟؟

"پہلے موبائل وڈیو موڈ پر لگا کر سامنے سیٹ کریں پھر کیک کاٹیں۔"

اسے سرخ ربن سے سجی پکڑتے دیکھ کر وہ ایک دم بول اٹھی تو غازان مسکرا کر اس کا حکم بجالانے لگا۔ وہ ایسے ہی کرتی تھی۔ گزرے ایک سال کا ایک ایک اسپیشل مومنٹ کیپچر کروایا تھا اس نے۔ غازان نہیں جانتا تھا کہ وہ یادیں اکٹھی کر رہی تھی۔

..________________________..

وہ شانزے کے سونے کے کافی دیر بعد سویا تھا۔ سارا وقت وہ درد سے بے چین رہی تو غازان اس سے بھی زیادہ تکلیف میں۔ اس کے سونے کے بعد

بھی وہ نرمی سے اس کے کندھے اور کمر دباتا تھا۔یوں ہی نیند کب حاوی ہوئی اسے معلوم نہ ہو سکا۔

وہ گہری نیند میں تھا جب اسے سسکنے کی آواز سنائی دی۔کوئی سسک رہا رہا تھا رو رہا تھا پر جانے کون تھا۔ایک دم شانزے کا خیال آتے ہی وہ ایک جھٹکے سے آنکھیں کھول گیا۔رونے کی آواز اس کے قریب سے ہی آرہی تھی۔

اس نے گردن موڑ کر دیکھا تو شانزے دوہری ہوئی سسک رہی تھی آنسوؤں سے پورا چہرہ تر تھا۔وہ تڑپ کر اس کے قریب ہوا۔

"شانی کیا ہوا ہے میری جان؟؟"

وہ تڑپ کر پوچھتا اس کے چہرے سے پسینہ صاف کرنے لگا۔اے سی میں بھی وہ پسینے میں تر ہوئی تھی۔

"غازی مجھے بہت درد ہو رہا ہے غازی مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا یہ درد!!!"

اسے قریب پا کر وہ ضبط کھوتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی تو غازان کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

"آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا جگایا کیوں نہیں !!!"

وہ کہنے کے ساتھ اس کے ماتھے پر لب رکھتا بیڈ سے اتر کر سلیپر پہنتے تیزی سے الماری کی طرف بڑھا۔ پہلے سے تیار شدہ بیگ اور شانزے کی چادر نکالی۔

"میں ابھی آیا بس !!!"

وہ چادر وہیں رکھتا بیگ پکڑ کر تیزی سے کمرے سے نکل گیا۔ بیگ گاڑی میں رکھ کر گاڑی سٹارٹ کرتے وہ واپس اندر آیا اور شانزے کا وجود چادر میں چھپائے اسے اپنے بازوؤں میں تھام کر تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھا۔

تکلیف کے مارے اس کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخیں برامد ہو رہی تھیں۔
اسے احتیاط سے گاڑی میں بیٹھا کر وہ گاڑی ہسپتال کے راستے پر ڈال گیا۔
اس کے جانے کے بعد واچ مین گیٹ بند کرتا شانزے کو دعا دینے لگا۔

پورے راستے وہ شانزے کو حوصلہ دیتا آیا تھا مگر اس کی تکلیف تھی کہ بڑھتی جا رہی تھی۔

ہسپتال جاتے ہی شانزے کو لیبر روم میں لے جایا گیا تھا۔ غازان کو اس نازک وقت میں اپنوں کی کمی شدّت سے محسوس ہوئی تھی۔ وہ بے ساختہ عبداللہ کو کال ملا گیا۔ اتفاق سے عبداللہ کسی میٹنگ کے سلسلے میں لاہور ہی آیا ہوا تھا اور ایک گھنٹے بعد کی اس کی فلائٹ تھی۔ وہ سب کچھ چھوڑ تا ہسپتال کے لئے نکل آیا۔

عبداللہ تیز تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھ رہا تھا جب اسے لیبر روم کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا غازان دکھائی دیا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"بھائی !!!"

اس کی آواز غازان سکندر کو کسی معجزے سے کم نہیں لگی تھی۔ وہ بے ساختہ اس کے گلے لگ گیا۔

"عبد اللہ وہ بہت تکلیف میں تھیں۔ اگر اسے کچھ ہو گیا میں بھی جی نہیں پاؤں گا۔ زندگی میں محرومیاں دیکھ دیکھ کر تھک چکا ہوں. شانزے کے آنے کے بعد ہی تو میں نے زندگی جینا شروع کی ہے ورنہ ہمیشہ سے گزارتا ہی تو آیا ہوں۔ دعا کرو عبد اللہ اسے کچھ نہ ہو اسے میری عمر بھی لگ جائے۔"

وہ نم آنکھیں لئے اپنے دل کا خوف اپنے جان از عزیز بھائی کے سامنے رکھ گیا.

"ہمت کریں بھائی کچھ نہیں ہو گا بھابھی کو۔ انھیں دعاؤں کی ضرورت ہے ابھی بس. پریشانی چھوڑ کر دعا کریں ان کے لئے بس !!"۔

عبداللہ کی بات پر غازان سر اثبات میں ہلا گیا۔

کی گھنٹوں کے جان لیوا انتظار کے بعد اسے زندگی کی نوید سنائی گئ تھی۔

"مبارک ہو اللہ نے آپ کو اپنی رحمت سے نوازا ہے۔ بیٹی ہوئی ہے۔ آپ کی مسز بھی ٹھیک ہیں۔ تھوڑی دیر تک انھیں روم میں شفٹ کر دیں گے پھر آپ مل سکتے ہیں!!!"

ڈاکٹر مسکراتی ہوئی اسے خوش خبری سنا رہی تھی جب ایک نرس ہاتھ میں گلابی کمبل میں لپٹی گڑیا لئے ان کی طرف بڑھی۔

غازان نے کانپتے ہاتھوں سے اس ننھی سی گڑیا کو نرس سے تھام کر نرمی سے اپنے سینے میں بھینچا۔ اپنے چہرے کے سامنے کیا تو آنکھیں بے ساختہ نم ہو اٹھی تھیں۔

وہ سرخ و سفید صحت مند سی پیاری گڑیا شانزے اور غازان کی تھی۔ غازان جھک کر اس کی پیشانی پر لب رکھ گیا تو ایک آنسو ٹوٹ کر گال سے بہہ گیا۔

"بھائی یار ماشاءاللہ کتنی پیاری سی ہے یہ تو۔ بلکل موم کی گڑیا لگ رہی ہے۔ کیا میں چھو کر دیکھ لوں!!!"

وہ جو اپنی شہزادی کو محبت بھری نظروں سے دیکھتا جا رہا تھا عبد اللہ سکندر کے جوش پر نم آنکھوں سے ہنستا بہت نرمی اور احتیاط سے اسے عبد اللہ کے ہاتھوں میں پکڑا گیا۔

اسے شدّت سے اپنی متاع کل اپنی پیاری سی بیگم سے ملنے اسے دیکھنے کا انتظار تھا جس نے غازان سکندر کو اتنا شاندار تحفہ دیا تھا۔

اسے گل آئینہ کی ماں سے ملنے کی بے صبری تھی۔

گل آئینہ!!! غازآن سکندر اور شانزے سکندر کی ننھی پری!!

..________________________..

"مام میں نماز ادا کر آؤں اپ یہاں شانی کے پاس ہی رہیے گا!!!"

غازان صوفے پر گل آئینہ کو ہاتھ میں لئے بیٹھی رابعہ سکندر سے بولا تو وہ سر ہلا گئیں۔ انہیں عبداللہ سکندر ہسپتال آتے ہی کال کر چکا تھا اس لئے وہ ارجنٹ فلائٹ بک کروا کر لاہور آ گئیں۔

شانزے سو رہی تھی جب غازان انہیں مطلع کرتا فجر ادا کرنے چلا گیا۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی جب بھوک کی وجہ سے ننھی پری رونے لگی۔ رابعہ سکندر نے اسے جھلا کر چپ کروانے کی کوشش کے بعد پاس پڑا فیڈر بھی اس کے منہ میں ڈالنے کی کوشش کی مگر وہ مسلسل روتی چلی جا رہی تھی۔ اس شور کا ہی اثر تھا جو شانزے کی آنکھ کھل گئی۔

گل آئینہ کو رابعہ سکندر کی گود میں روتے دیکھ کر اس نے بامشکل اٹھ کر بیٹھتے بیڈ سے ٹیک لگا لی۔

"مجھے دے دیں پلیز اسے بھوک لگی ہے!!!"

چوں کہ وہ نیم بیہوشی میں اپنی بیٹی سے مل چکی تھی اور ڈاکٹر کی تمام ہدایات بھی سن چکی تھی اس لئے رابعہ سکندر کی طرف ہاتھ بڑھا گئی۔

رابعہ سکندر روتی ہوئی گل آئینہ کو بے بی کاٹ میں ڈالنے کے بعد شانزے کی طرف بڑھی۔ اس کے ہاتھ میں کاغذ کا ایک ٹکرا موجود تھا۔

"میں تمہاری قیمت تو پوری ادا کر چکی ہوں پھر بھی میرا احساں سمجھتے ہوئے یہ بلینک چیک پکڑو اور غازے کے آنے سے پہلے یہاں سی نکل جاؤ۔ میرے بیٹے اور پوتی کی زندگیوں سے بہت دور!!!"

رابعہ سکندر کی سفاک آواز پر ہسپتال کے بستر پر لاچار پڑی شانزے سکندر کے آنسو ٹھٹھر گئے اور وہ ساکت سی رابعہ سکندر کی گود میں پڑی اپنی چند گھنٹے کی معصوم بیٹی کو دیکھنے لگی جس سے پیدا ہوتے ہی اس کی ماں کی گود چھینی جا رہی تھی۔

"اسے بھوک لگی ہے مجھے دیں!!!"

وہ ان کی بات نظر انداز کرتی اپنا ہاتھ پھر سے آگے بڑھا گئی پر رابعہ سکندر جھلساتی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی۔

"تمہارا مقصد پورا ہو چکا ہے۔ نکل جاؤ یہاں سے۔ طلاق کے پیپر تمہیں بہت جلد مل جائیں گے۔"

ان کی بات نظر انداز کرتی وہ گل آئینہ کی بلکتی آواز پر تڑپ کر ہسپتال کے بیڈ سے اترنے کی کوشش کرنے لگی۔ ٹانگیں بے تحاشہ کانپ رہی تھیں۔ وہ تکلیف ضبط کرتی بیڈ سے اتر کر گل آئینہ کی کاٹ کی طرف بڑھی۔ دو قدم چل کر ہی قدم لڑکھڑائے تو اگلے ہی پل اس کا سائبان اسے اپنے حصار میں بھر گیا۔

"شانی یہ کیا کر رہی ہیں دماغ ٹھیک ہے آپ کا؟؟"

وہ اس کی حرکت پر حیرت زدہ تھا تبھی غصّے کے باوجود اسے ضبط سے بول اٹھا۔

"ممی گل کیوں رو رہی ہے؟؟"

وہ شانزے کو احتیاط سے بستر پر لٹانے کے بعد تیزی سے بلکتی ہوئی گل آئینہ کی طرف بڑھ کر اسے اپنی باہوں میں تھام کر نرمی سے اپنے سینے سے لگا گیا۔ رگ وپے میں سکون اترتا محسوس ہوا تھا۔

"مجھے دیں بھوک سے رو رہی ہے!!!"

وہ بے چینی سے پھر سے ہاتھ بڑھا گئی تو وہ نرمی سے گل آئینہ اس کی گود میں ڈال گیا جسے اگلے ہی پل وہ سینے سے لگا چکی تھی۔ماں کی گود میں آتے ہی اس کا بلکنا بند ہوا تھا۔

"غازیہ لڑکی اپنا مقصد پورا کر چکی ہے اب اس کا کام ختم!!!بچی کو ڈاکٹر کا بتایا گیا پاؤڈر ملک دیا جائے گا۔ منع کرو اس لڑکی کو!!!"

شانزے کے سینے سے لگی سسکتی ہوئی گل آئینہ کو دیکھتے رابعہ سکندر دھیمی آواز میں پھنکاری تھی۔

"مام گل کے لئے ڈبے کا دودھ اچھا نہیں ڈاکٹر نے بھی منع کیا ہے۔ یہ شانی کی ذمہ داری ہے اور مجھے امید ہے وہ اسے اچھے سے پورا کرے گی!!!"

وہ سر جھکا کر گل آئینہ کو دیکھتے مستحکم آواز میں بولا تو رابعہ سکندر بے یقین ہوئی۔ کیا غازان سکندر نے رابعہ سکندر کا حکم ٹالا تھا؟؟ کیا واقعی؟؟

"تم ایسا کیسے!!!"

وہ چیخ کر بولنے لگی جب غازان ایک دم ہاتھ اٹھا کر انہیں روک گیا۔

"شانزے کو ابھی سٹریس کی نہیں ریسٹ کی ضرورت ہے۔ پلیز خیال کریں اور میرا خیال ہے آپ کو تھوڑی واک کر لینی چاہئے مائنڈ فریش ہو جائے گا۔ باقی باتیں ہم بعد میں ڈسکس کریں گے!!!"

اس کے قطعی انداز پر رابعہ سکندر بے یقینی سے پیچ تاب کھاتی اگلے ہی پل اس کمرے سے نکل گئی تو غاذان مسکراتا ہوا شانزے کی طرف بڑھا۔

اس کے قریب آتا وہ جھک کر شانزے اور اس کے سینے سے لگی گل آئینہ کو اپنے حصار میں لیتا شانزے کے سر پر لب رکھ گیا۔ خاموشی ہر سو رقص کر رہی تھی۔

کچھ دیر گزر جانے کے بعد شانزے نے سوئی ہوئی گل آئینہ کو ایک طرف لٹایا تو غازان شانزے کو سہارا دیتا واپس لٹا گیا۔

"کیسی ہیں اب میری جان ؟؟ کہیں درد تو محسوس نہیں ہو رہا؟؟ ڈاکٹر کو بلاؤں ؟؟"

وہ اس کی پیشانی پر بکھرے بال نرمی سے پیچھے کرتا اس کی زرد پڑتی رنگت دیکھتے ایک سانس میں کئی سوال کر گیا۔

"میں ٹھیک کیسے ہو سکتی ہوں غازی ؟؟ ایک ماں جس کی گود خالی ہو جانی ہو جس کا نومولود بچہ اس سے جدا ہو جانا ہو وہ کیسی ہو سکتی ہے ؟؟"

تکلیف سے بولتے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

"میں جانتی ہوں مجھے قیمت ادا کر دی جا چکی ہے پر غازی آپ کو پتا ہے نا یہ سودا میں نے نہیں کیا تھا۔ میرے بس میں ہوتا تو اپنا آپ بیچ دیتی پر اپنی اولاد کا سودا نہ کرتی۔ میں مر جاؤں گی غازی میرا دل بند ہو رہا ہے !!!"

تکلیف سے کہتی وہ چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے رو دی تو غازان ایک دم جھک کر اسے اپنے سینے میں چھپا گیا۔

" آپ کو اس پورے ایک سال میں یہ بات بہت دفعہ باور کروا چکا ہوں۔ غازان سکندر صرف شانزے سکندر کا ہے اور شانزے سکندر اور گل آئینہ سکندر صرف اور صرف غازان سکندر کی ہیں۔ میرے الفاظ اور میرے مستقبل کے فیصلوں پر یقین رکھیں۔ جو بھی ہو غازان اپنی زندگی کے ساتھ کبھی ناانصافی نہیں کرے گا۔ یہ ایک مرد کی زبان ہے اس لئے یقین رکھیں !!"

مستحکم لہجے میں کہتا وہ شانزے سکندر کے آنسو خشک کر گیا۔ اس کے الفاظ و انداز میں کچھ تو ایسا تھا کہ شانزے سکندر کے آنسو خشک اور دل پر سکون ہو گیا۔

..________________________..

"یہ کیا نیا تماشہ ہے اب؟؟"

ان کا بس نہ چل رہا تھا کہ سامنے کھڑے غازان کا منہ تھپڑوں سے لال کر دیں جس طرف بچپن میں کرتی تھیں پر تب میں اور اب میں بہت فرق تھا۔

"سیدھی سی بات ہے مام!! رائنا زخمی وجود کے ساتھ دوسرے ملک پڑی ہے اور آپ کو اپنی پارٹیز اور سوشل ایکٹیویٹیز سے فرصت نہیں ہوتی تو ایسے میں آپ نے سوچ بھی کیسے لئے کہ میں اپنی ننھی شہزادی کو نینی یا نوکروں کے حوالے کروں گا۔ اس کی ماں ابھی زندہ ہے اور رائنا کے آنے تک اسے وہی سنبھالے گی۔ میں نے آج تک آپ کا ہر فیصلہ کسی حدیث کی طرح مانا پر اپنی

بیٹی کے معاملے میں فیصلوں کا اختیار میرے پاس موجود ہے جسے اپ چھین نہیں سکتی بلکل بھی !!!"

حتمی انداز میں اپنی بات کہتا وہ صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

شانزے ڈسچارج ہو کر گھر آچکی تھی۔ رائنا کو ڈاکٹر نے چھے ماہ کی بیڈ ریسٹ بتائی تھی۔ ایسے میں رابعہ سکندر چاہتی تھی کہ شانزے اپنے گھر واپس چلی جائے اور گل آئینہ کو وہ اپنے ساتھ اسلام آباد لے جائیں جہاں رائنا کے آنے تک نینی اسے سنبھالے گی۔ ان کی بات پر غازان بھڑک اٹھا اور اپنا فیصلہ سنا بیٹھا۔

رابعہ سکندر دو گھنٹے بعد کی فلائٹ سے واپسی روانہ ہو گئی تھیں اور شانزے سوچ رہی تھی کہ آخر غازان کے دماغ میں کیا چل رہا ہے وہ کھل کر بات کیوں نہیں کر رہا مگر جب غازان کہہ چکا تھا کہ اس کے فیصلوں پر اعتبار کیا جائے تو شانزے کیوں نہ کرتی ؟؟

..______________________..

"عبداللہ گل کتنی پیاری ہے نا!!!سچ بتاؤں میرا واپس آنے کو دل ہی نہیں کر رہا تھا۔ دل کررہا تھا بس اس کو پیار کرتی رہوں اس سے باتیں کرتی رہوں !!!"۔

ایک ہفتہ لاہور رہنے کے بعد وہ آج ہی واپس آئے تھے اور زوہا کا گل نامہ ختم ہونے میں ہی نہیں آرہا تھا۔

"میری جان مان لیا کہ گل واقعی بہت پیاری ہے اور آپ کے لئے اور بھی زیادہ پیاری مگر اگر آپ چاہتی ہیں کہ ہمارے پاس بھی گل آئینہ جیسی پیاری سی ڈول ہو تو آپ کو گل نامہ بند کر کے میرے محبت نامے پر توجہ خاص کرنی چاہئے !!!"

بالآخر وہ دل کی بات زبان پر لے ہی آیا تو اس کی فریاد سنتے زوہا بے بی کے گال سرخ پڑ گئے۔ آج کل یوں ہی وہ وقت بے وقت اسے اپنی بے تابیوں

کی داستان سناتا کبھی حیران کبھی پریشان تو کبھی شرم سے پانی پانی کر دیا کرتا تھا۔

"زوہا بے بی کم ہیئر !!!"۔

وہ اچانک اپنا مضبوط ہاتھ اس کی طرف بڑھاتا بولا تو زوہا بے جھجک ہو کر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھما گئی تو عبد اللہ اسے اپنے پہلو میں سما گیا۔

"آپ کو نہیں لگتا ہمیں اب اپنی پریکٹیکل لائف شروع کر لینی چاہیے۔ دس ماہ ہونے والے ہیں ہماری شادی کو اور ویسے بھی میری جان بلکل فٹ ہیں اب۔ کیا خیال ہے ؟؟"

وہ اس کے بالوں سے چھیڑ چھاڑ کرتا اس سے مشکل ترین سوال کر گیا۔

"جواب دیں !!!"

وہ اس کی تھوڑی تلے انگلی رکھ کر اس کا چہرہ اٹھاتا اس کی آنکھوں میں جھانکتا بولا تو چند پل اس کی آنکھوں کے پیغام پڑھنے کے بعد زوہا سر جھکا کر مسکراتی اس کے سینے میں منہ چھپا گئی۔

"میرے خیال میں آپ کو اپنا جواب مل چکا ہو گا!!!"

اس کی مدھم آواز میں چھپے اقرار کو سنتے عبداللہ اس کے گرد اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔ اسے اپنا جواب بہت اچھے سے مل چکا تھا۔

..________________________..

"شانی جلدی آجائیں یار گل رو رہی ہے بہت!!!"

وہ روتی ہوئی گل آئینہ کو جھلاتا ہوا شانزے کو آواز دینے لگا جو کچن میں جوس لینے گئی ہوئی تھی۔

"آگئی ہوں میں۔ایک چھوٹی سی بچی نہیں جناب سے سنبھالی جاتی۔ارے میری جان کیوں اتنا رو رہی ہے بابا جان نے پٹائی کی ہے میری جان کی۔گل کے بابا جان تو بہت گندے ہیں۔"

وہ تیزی سے کمرے میں آتی پہلے غازان کو سنا کر اس سے گل آئینہ کو پکڑتی اس سے باتیں کرنے لگی۔ماں کی گود میں آتے ہی گل آئینہ اس کی باتیں سن کر کھلکھلادی جب کہ غازان حیران پریشان سا دونوں انوکھی ماں بیٹیوں کو دیکھ رہا تھا۔

"بیگم یاد ہو تو رات میں گل کو زیادہ میں ہی سنبھالتا ہوں اور یہ گندی بچی کتنی تیزی ہوتی جارہی ہے۔ابھی بابا کے پاس ایسے رو رہی تھی جیسے پتا نہیں کون سا ظلم ہو گیا اور اب ماں کے پاس جاتے ہی اپنے بابا کی برائیاں سن کر کیسے خوش ہو رہی ہے۔"

وہ مصنوعی خفگی سے بولا تو شانزے اس کا چہرہ دیکھتی کھلکھلا دی۔ماں کو ہنستے دیکھ کر گل آئینہ بھی پھر سے تالیاں بجاتی ہنسنے لگی۔غازان اپنی چھوٹی سی حسین دنیا کو دیکھتے سکون سے مسکرا دیا۔اس نے کب سوچا تھا کہ اس کی زندگی بھی اتنی پر سکون ہو سکتی ہے۔

گزرے چھے ماہ میں ان کی زندگی جانے بن چکی تھی جہاں صرف سکون اور خوشیاں ہی تھیں۔رابعہ سکندر تین چار چکر لگا چکی تھیں اپنی پوتی کے لئے۔عبداللہ اور زوہا بھی ہر ماہ آتے تھے۔سکینہ جلال بھی نواسی کی پیدائش کے بعد آئی تھیں۔ان کو بیماری اور شرمندگی کے آنسو دیکھ کر شانزے ان کا ظلم بھولتی انہیں گلے سے لگا گئی تھی۔

زندگی بہت پر سکون تھی مگر کون جانے کہ یہ سکون طوفان کے آنے سے پہلے کا تھا جو تمام خوشیوں کو نگل جانے والا تھا۔

..__________________________..

"شانی کوئی بھی مسلہ ہو آپ نے فورا مجھے کال کرنی ہے۔ واچ مین کو سب سمجھا چکا ہوں اور صابرہ بھی آپ کے پاس ہی رہے گی۔ پریشان مت ہونا میری جان اگر جانا ضروری نہ ہوتا تو کبھی اپنی جان اور اپنی چھوٹی سی زندگی کو تین دن کے لئے اکیلے چھوڑ کر نہیں جاتا پر مام کی طبیعت خرابی کی وجہ سے ارجنٹ جانا پڑ رہا ہے مجھے۔"

وہ جھک کر شو لیس باندھتا شانزے کو ھدایت کر رہا تھا جو اس کی فکر پر مسکراتی جا رہی تھی۔ اس کی کسی نیکی کا صلہ تھا یہ پیارا انسان!!!

"اوفو غازی کیا ہو گیا ہے۔ میں بلکل بھی پریشان نہیں ہوں آپ خیر سے جائیں اور خیر سے واپس آئیں۔ میں اور گل آپ کی غیر موجودگی میں ڈھیر سا مزہ کریں گے ہیں ناماما کی جان؟؟؟"

شانزے اسے پر سکون کرنے کی کوشش میں خوش ہو کر کہتی گود میں موجود گل آئینہ کو گدگدی کر گئی جس پر وہ کلکاریاں مارنے لگی۔

"مم۔۔۔ببا!!!"

"وہ توتلی زبان میں کہتی غازان کی جانب ہاتھ بڑھانے لگی۔ ابھی اس نے چند لفظ ہی بولنے سیکھے تھے۔ مم ببا ام!!

غازی اسے گود میں لے کر پیار کرنے لگا جس پر اسکی پیاری کھلکھلاہٹیں پورے گھر میں گونجنے لگیں۔

کچھ ہی دیر میں ان دونوں کو خداحافظ کہتا وہ ائیرپورٹ کی طرف نکل گیا۔ یہ جانے بغیر کہ اس کی زندگی پلٹنے والی ہے محض چند ہی لمحوں میں!!!

..________________________________..

گل آئینہ کے سونے کے بعد اس کی بھی آنکھ لگ گئی۔ ابھی اس کی آنکھ لگی ہی تھی جب دروازہ ایک جھٹکے سے کھلنے کی آواز پر وہ دہل کر اٹھی۔ سب سے پہلے گل کی طرف دیکھا جو ہلکا سا کسمسا کر پھر سے سو گئی۔ دوبارہ نظر

دروازے کی طرف اٹھی تو سامنے کھڑی رائنا کو دیکھتے شانزے کے چہرے کا رنگ تیزی سے بدلہ۔

گل آئینہ پر کمبل درست کرتے وہ تیزی سے رائنا سکندر کی طرف بڑھی۔

"آپ۔۔۔ آپ پلیز باہر چلیں وہاں چل کر بات کرتے ہیں گل آئینہ ابھی سوئی ہے شور سے ڈسٹرب ہو گی۔"

وہ گل آئینہ کو اس کی نظروں سے ہٹانا چاہ رہی تھی ابھی بس۔

"بی بی اپنا بوریہ بستر سمیٹو اور نکلو یہاں سے۔ کس قدر بے شرم اور بے غیرت عورت ہو تم شانزے جلال!!! لاکھوں روپے بھی ہڑپ لئے ڈیڑھ سال میرے شوہر کے ساتھ جی بھر کر مزے بھی کر لئے اور ابھی بھی بے شرموں کی طرح یہاں پڑی ہو۔ تمہارا کنٹریکٹ ختم ہوئے چھے ماہ بیت چکے ہیں اس لئے ابھی اور اسی وقت نکل جاؤ یہاں سے!!!!"

وہ شانزے کے فق پڑتے چہرے کو دیکھتی چٹکی بجا کر بولی۔

"دیکھیں آپ پلیز غازان کو آنے دیں ان کے آنے پر پوری بات کلئیر ہو گی پھر میں چلی جاؤں گی!!!"

اب کی دفعہ وہ منت بھرے انداز میں بولی تھی۔ دل خوف سے دھڑکنا بھول رہا تھا جیسے۔

"غازان کا اس سب میں کوئی لنک نہیں اب۔ تم سے کنٹریکٹ ہم نے کیا تھا غازنے نہیں۔ تمہارا وقت بہت پہلے سے پورا ہو چکا ہے۔ ایک منٹ سے پہلے دفعہ ہو جاؤ ورنہ یہ کنٹریکٹ پیپر عدالت میں دکھا کر تم ماں بیٹی کو ایسا ذلیل و رسوا کروں گی کہ دنیا دیکھے گی۔ غازان سے امید مت پالنا۔ کب دیکھا ہے تم نے اسے مام کی کوئی بات ٹالتے ہوئے؟؟ چلو نکلو وقت مت برباد کرو میرا !!!"

نخوت سے کہتی وہ اگلے ہی لمحے سوئی ہوئی گل آئینہ کو اٹھا کر سینے سے لگا گئی تو شانی تڑپ اٹھی۔

"میں چلی جاؤں گی پر پلیز مجھے ایک دفعہ میری بیٹی سے ملنے دو اسے سینے سے لگانے دو!!!"

وہ تڑپ کر رائنا کی طرف بڑھی تھی جب وہ ایک ہاتھ سے گل آئینہ کو سنبھالتی دوسرے ہاتھ سے اسے پیچھے کی طرف دھکّا دے گئی۔ شانزے اس سب کے لئے تیار نہیں تھی اس لئے ایک دم منہ کے بل جا گری۔

"تمہارا اس بچی سے اب کوئی تعلق نہیں۔ یہ میری بیٹی ہے سمجھی تم!!! نکلو اب!!!"

پاؤں سے شانزے کے زمین پر پڑے وجود کو ٹھوکر مارتے وہ اپنے ساتھ لائی گئی کام والی سے گل آئینہ کا ضروری سامان پیک کرنے کا کہنے لگی۔

شانزے دل پر پتھر رکھتی اس کے پاؤں کو ہاتھ لگا گئی۔ اسے اللہ کا واسطہ دیتی بس ایک بار گل آئینہ کو گود میں لینے کی خواہش کرنے لگی پر وہ سفاک بنی اسے پاؤں کی ٹھوکر سے پیچھے کرتی جا رہی تھی۔

گل آئینہ کا سامان پیک ہوتے ہی وہ اسے ساتھ لیتی گھر سے نکلنے لگی تو شانزے چیختی چلاتی اس کی منتیں کرنے لگی۔ اس کا شور سن کر گل آئینہ بھی جاگ گئی اور زور زور سے رونے لگی۔ اس کا رونا سن کر شانزے مزید تڑپ اٹھی۔ اس نے کہاں کبھی رونے دیا تھا اپنی بیٹی کو۔

"غازان کے پاس واپس جانے سے پہلے اتنا ضرور یاد رکھنا کہ رائنا سکندر ہوں میں !!! تمہاری مرتی ہوئی ماں کو دنیا میں ایسا ذلیل کروں گی کہ موت سے پہلے ہی موت کی خواہش کر اٹھے گی !!!"

پھنکار کر کہتی وہ اس کی ہر پکار ہر التجا کو اپنے پیروں تلے روند کر وہ روتی ہوئی گل آئینہ کو ساتھ ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

..______________________..

اس کی فلائٹ لینڈ ہوئے کچھ وقت ہی گزرا تھا جب اس نے اپنا موبائل آن کیا۔ ایک دم ڈھیروں کالز آنے لگی۔ گھر کے واچ مین اور صابرہ کی کالز دیکھتے

اس کی پیشانی پر بل پڑے۔ ایک منٹ بھی ضائع کیے بغیر وہ واچ مین کا نمبر ملا گیا اور آگے سے جو خبر ملی اس نے غازان کا چہرہ غضب ناک کر دیا۔

کال بند کرتے اس نے شانی کا نمبر ملایا جو مسلسل بند جا رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں وہ سب کچھ بھاڑ میں جھونکتا واپسی کی فلائٹ لے چکا تھا۔

..________________________..

وہ اجڑی گود اور اجڑا دل لئے ماں کی دہلیز پر آ چکی تھی۔ انہیں پوری بات بتاتی وہ ٹوٹ کر بکھری اور پھر ایسی چپ ہوئی کہ سکینہ جلال کو اس کی خاموشی سے خوف آنے لگا۔

ٹھیک ہے انھوں نے زوہا کی زندگی بچانے کے لئے شانزے کا بڑا امتحان لیا تھا پر خدا جانتا تھا بچپن سے آج تک انہوں نے شانزے کو کبھی سوتیلی سمجھا ہی نہ تھا۔ ایک ماں جیسی محبت ہی دی۔

رات کی سیاہی ہر سو پھیلی تو ایسے میں سکینہ جلال کے گھر کا دروازہ دھڑ دھڑایا گیا۔ سکینہ جلال ایک نظر ساکت گم سم بیٹھی شانزے پر ڈال کر دروازے کی طرف بڑھ گئیں۔ دروازہ کھولتے ہی سامنے غازان سکندر کھڑا نظر آیا۔ اس کا بکھرا حلیہ سرخ آنکھیں اور بھینچے ہوئے لب دیکھتے سکینہ جلال اسے چپ چاپ اندر آنے کا راستہ دے گئی۔ وہ غازان کو ایک موقع دینا چاہتی تھی۔ اپنی بیٹی کی ویران زندگی کہاں قبول تھی۔

یہ بات سچ تھی کہ سکینہ جلال کے علاج اور گھر کا سارا خرچ وہ دونوں بھائی مل کر اٹھا رہے تھے پر اس سب سے مبرا ہو کر سکینہ جلال محض اپنی بیٹی کا گھر بستے دیکھنا چاہتی تھی۔

غازان صحن میں داخل ہوا تو سامنے ہی اس کی زندگی لٹی پٹی حالت میں بیٹھی ویران آنکھوں سے فرش کو گھور رہی تھی۔ وہ لمحے کی دیری کے بنا اس کے قریب پہنچ کر اسے بازو سے پکڑ کر اٹھاتا اپنے ساتھ لگا گیا۔

اگلا لمحہ غازان سکندر کے لئے بہت شاک بھرا تھا جب وہ ایک دم اپنا پورا زور لگاتی اسے پیچھے دھکیل گئی۔

"آج کے بعد مجھے چھونے کی کوشش مت کریئے گا!!!"

انگلی اٹھا کر تیز آواز میں وارن کرتی وہ غازان سکندر کو ششدر کر گئی۔

"شانی میری جان میری بات تو سنیں!!! ہم ابھی جا رہے ہیں رائنا سے ہماری بیٹی کو لینے اس کی کیا جرات۔۔۔"

وہ آگے بڑھتا اسے اپنے ارادے سے آگاہ کرنے لگا جب وہ بیچ میں اس کی بات کاٹ گئی۔

"اپنے کام کا معاوضہ میں لے چکی ہوں سر!!! آپ سے آپ کی بیوی سے یا آپ کی بیٹی سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ آپ یہاں سے جا سکتے ہیں اور کوشش کریے گا آج کے بعد میرے سامنے مت آئیں!!! مالک اور گاہک کا تعلق

محض اتنا ہی ہوتا ہے۔میں آپ کا کام کر کے اپنے پیسے وصول چکی ہوں اس لئے ہمارا کوئی تعلق نہیں اب!!!"

سپاٹ انداز میں کہتی وہ غازان سکندر کو بے یقینی کے گہرے دلدل میں دھکیل گئی۔

"شانزے آپ یہ کیا۔۔۔"

وہ کچھ بولنے کی کوشش کرنے لگا جب وہ رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔

"میں قسم کھا کر کہتی ہوں سر اگر اپ نے اب میرے گھر کی دہلیز پر قدم رکھے تو خود کی جان لے لوں گی۔اور میری ماں کے علاج کے لئے میں اب موجود ہوں۔اچھے سے جانتی ہوں گھر کیسے چلانا ہے۔آج کے بعد ہمیں آپ کے پیسوں یا کسی قسم کی امداد کی کوئی ضرورت نہیں۔اب آپ جا سکتے ہیں اپ کی بیوی اور بچی آپ کے انتظار میں ہوں گی۔"

اپنے الفاظ سے اس کے دل پر برچھی چلاتی وہ اگلے ہی پل کمرے میں گھس کر دروازہ لاک کر گئی تھی۔ کچھ دیر بند دروازے کو بے بسی سے دیکھنے کے بعد وہ کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح وہاں سے نکل گیا۔

شانزے نے اس پر اعتبار نہیں کیا تھا۔ اس نے اپنے شوہر پر اعتبار کرنے کی بجائے ایک غیر عورت کے الفاظ سنتے ہی فیصلہ بدل لیا تھا۔

سزا تو اس کا مقدر ضرور ٹھہرتی !!!

..________________________..

وہ آندھی طوفان بنا سکندر ولا داخل ہوا تھا۔ کانوں سے ٹکرانے والی پہلی آواز گل آئینہ کی تھی جو زور و شور سے روتی جا رہی تھی۔

غازان تڑپ کر بھاگنے والے انداز میں اندر کی طرف بڑھا جہاں ملازمہ گل آئینہ کو گود میں لئے اس کے منہ میں فیڈر دینے کی کوشش کر رہی تھی جب کہ رائنا پاس ہی بیٹھی موبائل میں گم تھی۔

وہ تیش میں آگے بڑھتا ایک دم گل آئینہ کو گود میں اٹھا گیا۔ غازان کو دیکھتے ہی گل آئینہ رونا چھوڑ کر ٹکر ٹکر باپ کا چہرہ دیکھنے لگی۔ رونا سسکیوں میں بدل چکا تھا۔

"بابا کی شہزادی بابا کی چھوٹی سی جان !!!"

وہ جھک کے اس کا چہرہ چومنے لگا جس پر گل آئینہ اپنا سر غازان کے سینے پر رکھ گئی۔ وہ چھوٹی سی بچی بھوک اور رونے کی وجہ سے نڈھال ہو چکی تھی۔

"ببا۔۔۔ مم۔۔۔ مم !!!"

وہ چھے ماں کی بچی کہاں جانتی تھی جس ماں کو وہ یاد کر رہی ہے وہ ہمیشہ کے لئے اس سے جدا کر دی گئی ہے۔

غازان ایک کاٹ دار نظر رائنا پر ڈال کر گل آئینہ کو لئے گاڑی میں بیٹھتا زن سے گاڑی بھگا لے گیا جس پر رائنا سکندر رابعہ سکندر کے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔

وہ گل آئینہ کو لئے واپس شانزے کے پاس آیا تھا۔ اسے یقین تھا گل کا سنتے وہ بھاگی چلی آئے گی اس کے پاس پر تب اسے اور بھی بڑا جھٹکا لگا تھا جب گل کے رونے پر بھی وہ کمرے سے نہ نکلی۔

صبح کی بھوکی گل آئینہ مسلسل روتی چلی جارہی تھی۔ غازان شانزے کو پکار پکار کر تھک گیا مگر نہ اسے باہر آنا تھا نہ وہ آئی۔ وہ روتی سسکتی گل کو سینے سے لگائے خالی دل لئے وہاں سے نکل گیا۔

وہ زمین پر سجدے میں گری بلک رہی تھی۔ گل کا رونا یاد کرتی وہ بری طرح تڑپ رہی تھی۔ سینے میں درد اٹھ رہا تھا۔ بہت شدید والا اور اس کے منہ سے محض یہی الفاظ نکل رہے تھے۔

"یا اللہ میں خائن نہیں میں وعدہ خلاف نہیں!!!

..________________..

وہ تھکی ہاری آتے ہی بیڈ پر گر گئی۔ دو منٹ بعد ہی سکینہ جلال پانی کا گلاس لئے کمرے میں داخل ہوئی۔

"کیا بنا؟؟ ملی نوکری؟؟"

اسے پانی کا گلاس دیتے انھوں نے امید سے پوچھا جس پر وہ محض نفی میں سر ہلا گئی۔

تین ہفتے ہو گئے تھے اسے نوکری کی تلاش میں دربدر پھرتے۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ہر بڑی کسی پر گدھیں بیٹھی ہوں جو غریب لاچار عوام کو نوچ کھانے کو تیار بیٹھی ہیں۔ حوس کے مارے تھے سب!!! لوگ نوکری دیتے ہوئے تعلیم بعد میں پوچھتے تھے سر تا پیر گندی نظروں سے پہلے دیکھتے تھے۔

وہ زندگی سے بہت مایوس ہونے لگی تھی۔ عرش سے فرش پر آ گئی تھی۔ گل کی یاد اتنا تڑپاتی کہ وہ راتوں کو سو نہ پاتی۔ اس کی بھوک کا خیال آتا تو شانزے کی بھوک مر جاتی۔

اسے گل بہت پیاری تھی پر اس کے لئے وہ اپنی ماں کی جان کیسے خطرے میں ڈال دیتی ؟؟

"غازان نے اس ماہ کا راشن بھجوایا تھا۔ میں نے واپس بھیج دیا۔ میرے اکاؤنٹ میں پیسے بھی بھیجے ہیں میں نے استعمال نہیں کیے۔"

سکینہ جلال کی بات پر شانزے گہری سانس بھر کر رہ گئی۔ وہ گھر سے محض ایک بیگ اور موبائل لے کر نکلی تھی۔ اس کے کارڈز اس کے پاس ہی تھے۔ اکاؤنٹ میں پیسے تھے اچھے خاصے پر وہ جانتی تھی سکینہ جلال کے علاج پر خطیر رقم خرچ ہوتی تھی۔

"صبح ایک جگہ جانا ہے نوکری مل جائے گی وہاں ضرور۔ تھوڑی دیر آرام کرنا ہے مجھے ابھی بس !!!"

کہنے کے ساتھ ہی وہ لیٹ کر کہنی آنکھوں پر رکھ گئی تو سکینہ جلال ایک گہری پر ملال نظر اس پر ڈال کر بتی بجھاتی کمرے سے نکل گئی۔ جانتی تھی صبح رو رو کر ان کی آنکھیں لال اور سوجی ہوں گی۔

..________________________..

غازان سوچوں میں گم کرسی پر جھول رہا تھا۔ ان تین ہفتوں میں کتنے ہی چکر لگا لئے شانزے کے پاس پر اس کی ناہاں میں نہ بدلی تھی۔ گل آئینہ کے لئے وہ ایک قل وقتی آیا کا بندوبست کر چکا تھا۔ رائنا کا سایہ بھی پتا نہیں کیسے برداشت کرتا تھا وہ اپنی بیٹی پر۔ رابعہ سکندر کو تو پارٹیز سے ہی فرصت نہ تھی۔

اس کی پوری کوشش ہوتی وقت سے پہلے گھر جا کر باقی وقت گل کے ساتھ بتانے کی۔ عبداللہ اور زوہا بھی روز آجاتے تھے۔

وہ ابھی سوچوں میں گم تھا جب دروازہ ناک ہوا۔ وہ چہرے پر ہاتھ پھیر کر اپنے تاثرات نارمل کرتا سیدھا ہو کر بیٹھتے آنے والے کو اجازت دے گیا مگر اگلے ہی لمحے وہ بے ساختہ اپنی کرسی سے اٹھا جب شانزے کو روم میں داخل ہوتے دیکھا۔

"شانی میری جان آپ!!!"

وہ تڑپ کر اس کی طرف لپکا جب وہ ہاتھ اٹھا کر اسے مزید پیش قدمی سے روک گئی۔

"میرا نام شانزے جلال ہے سر!!!"

سپاٹ انداز میں کہتی وہ اسے کچھ باور کروانے لگی۔

"کیا مجھے میری تعلیم کے بل بوتے پر یہاں نوکری مل سکتی ہے؟؟ اس معاشرے میں جگہ جگہ اکیلی عورت کو نوچنے کے لئے حیوان تیار بیٹھے ہیں

ایسے میں اس امید کے ساتھ یہاں آئی ہوں کہ عزت کی روٹی کما لوں گی۔ آپ یہ فائل دیکھ کر بتا دیں پلیز!!!!"

قطعی اجنبی انداز میں کہتی وہ ہاتھ میں پکڑی فائل اس کی طرف بڑھا گئی تو وہ فائل پر نظر ڈالنے کی جگہ یک ٹک اسے دیکھتا چلا جا رہا تھا۔ کتنی دیر بعد آنکھوں کو دیدار نصیب ہوا تھا۔ سینے میں موجود تڑپ مزید بڑھ گئی تھی۔

"بیٹھیے مسز شانزے!!!"

گہری سانس بھرتا وہ خود پر قابو پاتے سامنے پڑی کرسی کی طرف اشارہ کر گیا۔

"مسز نہیں مس شانزے سر!! میرے شوہر مر چکے ہیں!!!"

اس کی بات پر غازان سکندر پتھر ہوا تھا۔ وہ اپنی بات سے کا جتا رہی تھی بھلا ؟؟ یہی کہ ان کا رشتہ ختم ہو چکا ہے اور وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے مر چکے ہیں!!!

"کل صبح نو بجے جاب پر آجائے گا مس شانزے!!! جاتے ہوئے ریسیپشن سے اپنا اپائنٹمنٹ لیٹر لیتی جائے گا!!!"

ایک سرسری نظر اس کی سی وی پر دوڑا کر وہ سپاٹ لہجے میں کہتے اس سے رخ موڑ کر کھڑا ہوا تو شانزے حلق میں آنسوؤں کا گولہ اتارتی واپس مڑ گئی۔ اسے آج معلوم ہوا تھا کہ کس قدر تکلیف دیتے ہیں وہ الفاظ جو حلق سے آزاد اور زبان سے ادا نہ ہو سکیں!!!

پھر سے ملے تھے وہ دونوں مگر اس دفعہ اجنبی بن کر!!! نہ وہ اب اس کا جان چھڑکنے والا شوہر تھا نہ ہی اب وہ اس کی دیوانی بیوی!!! وہ اس کا باس تھا غازان سکندر اور وہ اس کی سیکرٹری تھی شانزے جلال!!!

..______________________________..

وہ آفس آتی تھی مگر ایک اجنبی اور ایک ورکر کی طرح بس!!!غازان نے بارہااس سے بات کرنے کی کوشش کی مگر وہ یوں ہو جاتی جیسے جانتی ہی نہ ہو۔ہاں گل آئینہ کی یاد بہت تڑپاتی تھی۔

گل آئینہ پورے ایک سال کی ہوگئی تھی۔اس سے بچھڑے چھے ماہ گزر چکے تھے ایسے میں برتھڈے پارٹی پر رائنا سکندر کی طرف سے ملنے والی تضحیک نے اسے زمین میں گاڑ دیا تھا۔کس قدر بے چین تھی وہ اتنے ماہ کے بعد اپنے جگر کے ٹکرے کو دیکھنے کے لئے پر رائنا سکندر اور رابعہ سکندر جیسے لوگ کہاں دوسروں کو جینے دیتے ہیں۔

رائنا سکندر کی باتیں بار بار اس کے دماغ میں گونجتی تھی۔

"ویسے ماننا پڑے گا۔بے غیرت ہو اگر انسان تو تمہارے جیسا۔تمہارے جیسے انسان کو کہا جاتا ہے مطمئن بے غیرت!!!میرے شوہر کا بستر گرم

کرتے دل نہیں بھرا تمہارا جی اس گھر کی دہلیز تک آگئی۔ماننا پڑے گا تمہاری ہمت کو۔"

یہ باتیں شانزے سکندر کو زلالت کے گہرے سمندر میں پھینک دیا کرتی تھیں۔اصلی بھونچال تو اس میٹنگ کے دوران آیا تھا!!!

ماں سے اجازت لیتی وہ باہر نکل آئی جہاں سامنے ہی آفس کی گاڑی کھڑی اس کی منتظر تھی۔اسے باہر نکلتے دیکھ کر ڈرائیور آگے بڑھتا اس کے ہاتھ سے اس کا بیگ تھام کر گاڑی میں رکھنے لگا۔

ڈرائیور کے دروازہ کھولنے پر وہ مصروف سے انداز میں اندر بیٹھی پر اگلے ہی لمحے ناک کے نتھنوں سے ٹکرانے والی خوشبو محسوس کرتی چونک کر گردن گھما کر دیکھنے لگی جہاں وہ پوری شان سے براجمان تھا۔

ڈرائیور آ کر گاڑی میں بیٹھا تو وہ بہت کچھ کہنے کی حسرت دل میں لئے لب بھینچ کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ غازان نے بھی اس سے کوئی بات نہ کی تھی یوں پورا راستہ خاموشی سے گزر گیا۔

وہ ائیر پورٹ پر پہنچے تو تین لوگ مزید وہاں موجود تھے جنھیں ان کے ساتھ جانا تھا۔

باقی کا راستہ بھی خاموشی سے کٹا تھا۔ کراچی ہوٹل پہنچ کر سب اپنے اپنے کمرے کی طرف چل دیے کیوں کہ کل کی اہم میٹنگ کی تیاری کے لئے فریش ہونا ضروری تھا۔ شانزے کا کمرہ غازان سکندر کے کمرے کے بلکل سامنے تھا۔ وہ بغیر ایک بھی لفظ کہے اپنا بیگ پکڑتی اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

تھکاوٹ اتنی تھی کہ کچھ ہی دیر میں اس کی آنکھ لگ گئی۔

اگلے دن ناشتے سے فارغ ہو کر سب میٹنگ کی تیاری میں ہی مصروف رہے۔

میٹنگ شام بھی میں تھی اور بہت اچھے سے ہو گئی تھی۔ امید کے مطابق ان کی کمپنی کے بنائے گئے ڈیزائن سب سے زیادہ پسند کرتے انہیں کنٹریکٹ دیا جا چکا تھا۔

اسی خوشی میں ڈنر پر غازان کی طرف سے سب کو ٹریٹ دی گئی تھی۔ کھانے کے دوران بھی غازان کی نظریں شانزے پر جمی تھیں جب کہ شانزے کی نظریں کھانے پر۔ کھانے سے فارغ ہوتی وہ سب سے پہلے اپنے کمرے میں بند ہوئی تھی

ہر رات کی طرح آج بھی وہ نم آنکھیں لئے بیڈ کی پائینتی سے ٹیک لگائے زمین پر بیٹھی سوچوں میں گم تھی۔ ایک دم دروازے کے پار ہوتی ہلکی سے ہلچل نے اس کی سوچوں میں خلل ڈالا تو وہ ایک دم سیدھی ہو بیٹھی۔

ایک میٹنگ کے سلسلے میں وہ اپنے باس کے ساتھ اسلام آباد سے کراچی آئی ہوئی تھی۔ میٹنگ شام میں ہو چکی تھی مگر انہیں کل صبح واپسی کے لئے نکلنا تھا اس لئے آج کی رات وہ ہوٹل میں رکے تھے۔

ڈنر کرنے کے بعد وہ کمرے میں آکر دروازہ بند کر چکی تھی۔ اسے اچھے سے یاد تھا کہ اس نے دروازے کو لاک لگایا تھا۔ اس کی نظر اچانک گھڑی کی طرف اٹھی جو رات کے بارہ بجا رہی تھی۔

اس سے پہلے وہ مزید کچھ سوچتی کلک کی آواز سے دروازہ کھلا اور ایک مرد کمرے میں داخل ہونے لگا۔ یہ مرد اور کوئی نہیں بلکہ اس کا بوس تھا۔

"آپ رات کے اس پہر میرے کمرے میں کیا کر رہے ہیں سر؟؟"

وہ سامنے کھڑے وجود کو اپنے کمرے میں داخل ہوتا دیکھ کر ایک دم پوچھ بیٹھی جب مقابل اس کے سوال کو نظر انداز کرتا اپنے پیچھے دروازہ بند کرنے لگا۔

"یہ۔۔۔یہ دروازہ کیوں لاک کر رہے ہیں آپ؟؟"

اسے لاک لگاتے دیکھ وہ گھبرا اٹھی پر اس کی پوری کوشش تھی کہ خود کو بااعتماد ظاہر کرے۔سامنے کھڑے شخص سے یوں بھی اسے ایسی امید ہر گز نہ تھی۔

"کیا آپ اس بات سے واقعی انجان ہیں؟؟"

اس کے قریب آتا وہ اسے گہری نظروں سے دیکھتا بولا تو وہ اس کے معنی خیز انداز پر لب بھینچ گئی۔

"کیا ہماری ایک دوسرے سے اس قدر پہچان رہ چکی ہے سر؟؟"

وہ بے لچک انداز میں مستفسر ہوئی تو اس کے لہجے کی کاٹ محسوس کرتا مقابل مرد تکلیف سے آنکھیں میچ گیا مگر یہ صرف لمحے بھر کا ہی کھیل تھا۔ لمحے کے گزر جانے کے بعد وہ خود پر واپس وہی سخت خول چڑھا گیا۔

"ایک دوسرے کے دل کا حال جان لینے میں آخر وقت ہی کتنا لگتا ہے !!"

وہ ایک دم اس کے قریب جھک کر سرگوشی نما انداز میں اسے باور کرواتا بولا تو اس کی نزدیکی پر وہ تیش میں آتی اپنے دونوں ہاتھ اس کے سینے پر جماتی اسے پیچھے دھکیلنے ہی لگی تھی جب ایک دم دھماکے کی آواز سے کمرے کا دروازہ کھلا اور کیمروں کی چکاچوند روشنی اور لوگوں کا جم گفیر کمرے میں داخل ہوتا انہیں بوکھلا گیا۔

"جی تو ناظرین جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں رات کے بارہ بجے پاکستان کے مشہور اور نامور بزنس مین غازان سکندر اپنی جوان سالہ خوبصورت سیکرٹری شانزے جلال کے ساتھ ایک بند کمرے میں پائے گئے ہیں۔ دونوں فریقین کے مابین حد درجہ نزدیکی اور قربت سے آپ سب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دونوں کے درمیان ناجائز تعلقات۔۔۔"

اس سے پہلے کہ چیخ چیخ کر کیمرے کے سامنے بولتا رپورٹر اپنا جملہ مکمل کرتا غازان سکندر اپنے ساتھ کھڑی تھر تھر کانپتی شانزاے کو اپنے پیچھے کرتا اس رپورٹر کا مائک کھینچ کر دیوار میں مارنے کے بعد اس کے منہ پر پوری قوت سے مکا جڑ گیا۔

"اگر ایک لفظ مزید کہا تو مجھے تمہاری زبان کاٹ کر بھوکے کتوں کے آگے پھینک دینے میں رتی برابر افسوس بھی نہیں ہو گا!!!"

وہ اس کے چہرے پر ایک اور مکا جڑتے سرد آواز میں غرایا تھا۔

اس کی دیوانگی دیکھتے پیچھے کھڑی شانزے خوف اور ذلت کے باعث چیختی اگلے ہی پل دونوں ہاتھ سختی سے اپنے منہ پر جماتی زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ برسوں کی کمائی عزت پل بھر میں راکھ ہوتی نظر آرہی تھی۔

اس کا خوف حقیقت کا روپ دھارے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ شور سن کر ہوٹل کا مینیجر بھی وہاں آ چکا تھا۔

"اگر ایک منٹ کے اندر اندر یہ سب تماشہ ختم نہ ہوا تو تمہارے اس ہوٹل کو بند کروانے میں دو سیکنڈ بھی نہیں لگیں گے مجھے اور ہاں اس رپورٹر کو ٹھیک پانچ منٹ بعد میرے کمرے میں لے کر آنا۔"

وہ سرد آواز میں غرایا تو مینیجر بوکھلاتا ہوا اس کے حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ رش ختم ہوتے ہی وہ دروازہ بند کرتا تیزی سے شانزے کے قریب آیا۔

"شانی پلیز تم پریشان مت ہو میں سب کچھ ٹھیک۔۔۔۔"

وہ تیزی سے بولتا اسے تسلی دینے لگا جب وہ اس کے سینے پر دونوں ہاتھ رکھتی پورا زور لگا کر اسے پیچھے دھکا دے گئی۔

"خوش ہو جائیں آپ بھی اور آپ کا خاندان بھی!! یہی چاہتے تھے نا آپ سب ؟؟ مجھے برباد اور بدنام کرنا چاہتے تھے۔ آپ تو مرد ہیں نا۔ جب ایک مرد کے نام سے ایک عورت بدنام ہوتی ہے تو مرد کو بری الذمہ ہونے کے

لئے ایک لمحہ اور عورت کو سرخرو ہونے کے لئے صدیوں لگتے ہیں۔ مجھے

۔۔۔مجھے بدنام۔۔۔"

ضبط کھو کر چیختی وہ ایک دم حواس چھوڑتی زمین پر ڈھے گئی تو غازان سکندر سرخ آنکھیں لئے اسے اپنی باہوں میں بھرتا اس کی گردن میں چہرہ چھپا گیا۔ اگلے چند لمحوں میں ہی وہ فیصلہ لے چکا تھا۔ ایک ایسا فیصلہ جو بہت بڑی تباہی لے آتا مگر اب وہ فیصلہ لے چکا تھا اور ایک مرد جب فیصلہ لے لے تو کوئی مائی کا لعل بھی اسے پلٹنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔

اسے نرمی سے باہوں میں بھر کر بیڈ پر لٹا کر وہ اس پر چادر دیتا نرمی سے اس کا ماتھا چوم کر کمرے سے نکلتا باہر سے لاک لگا کر اپنے ایک آدمی کو دروازے کے باہر کھڑا کرتا خود اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

فیصلے کا وقت آ چکا تھا۔

اگلے چند لمحوں میں مشہور بزنس مین غازان سکندر کے نکاح اور ایک بیٹی کی خبر پورے میڈیا میں پھیل گئی تھی۔ میڈیا پر شانزے اور غازان کا نکاح نامہ اور گل آئینہ کی پیدائش کی تصاویر گردش کر رہی تھیں۔

غازان نے اپنے آفیشل اکاؤنٹ سے بھی سب شیئر کیا تھا۔

خبر کے پھیلتے ہی رابعہ سکندر کی کالز آنے لگی تھیں۔ عبداللہ بھی کال کر رہا تھا۔

عبداللہ کی کال وہ اٹھا گیا۔

"بھائی پلیز آپ جلدی اسلام آباد پہنچیں!!! میں گل سے ملنے آیا تھا۔ رائنا اور مام گھر پر نہیں ہیں اور گل بخار میں پھنک رہی ہے۔ اسے ہسپتال لے جانے کی ضرورت ہے میں جا رہا ہوں آپ کوشش کریں جلدی آجائیں بھابھی کو لے کر۔"

اس کی بات سنتے غازان سکندر تیزی سے آن لائن دو فلائٹس بک کرواتا کمرے کی طرف بڑھا جہاں شانزے رکی ہوئی تھی۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو شانزے سر دونوں ہاتھوں میں گرائے بیڈ پر بیٹھی تھی۔

"شانی جلدی اٹھیں میری جان ہمیں اسلام آباد کے لئے نکلنا ہے۔ گل کی طبیعت خراب ہے عبداللہ اسے ہوسپٹل لے کر گیا ہے۔"

وہ تیزی سے اسے مطلع کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی چادر اور بیگ پکڑ گیا۔
اس کی بات پر شانزے تڑپ کر اس کی طرف بڑھی تھی۔

"کیا۔۔۔ کیا ہوا ہے میری گل کو؟؟ اس۔۔۔ اس رائنا نے مار دیا میری گل کو!!!"

وہ پاگل ہوتی چیخی تھی۔ پے در پے ہوتے حادثات نے اس کی سدھ بدھ چھین لی تھی۔

"کچھ نہیں ہوا ہماری گل کو بس تھوڑا بخار ہے عبد اللہ لے گیا ہے ڈاکٹر کے پاس۔ ہمیں جانا اس کے پاس شانی۔ اسے آپ کی ضرورت ہے اپنی ماں کی ضرورت ہے پلیز اپنی ضد ختم کریں اور میرے ساتھ چلیں!!!"

وہ اس کے لرزتے وجود کو اپنے سینے میں چھپائے بے بسی سے بولا تھا۔

شانزے کی چھے ماہ کی لاتعلقی اور بیٹی کی ماں کے لئے تڑپ نے اسے بے بس کر دیا تھا۔ کیسے اس کا ھنستی کھیلتی چھوٹی سے فیملی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئی تھی۔

"میں۔۔۔ میں جاؤں گی پلیز غازی مجھے میری گل کے پاس لے چلیں۔ میں اب اور نہیں اس کے بغیر جی سکتی مر جاؤں گی میں اس کے بغیر غازی میرے وجود کا حصّہ میری جان ہے وہ!!!"

غازان کی شرٹ اپنی دونوں مٹھیوں میں جکڑے وہ اسی کے سینے میں منہ چھپائے بلکنے لگی تو وہ نرمی اور محبت سے اسے خود میں سمیٹنے لگا۔ آدھے گھنٹے کے بعد کی فلائٹ سے وہ اسلام آباد کے لئے روانہ ہونے والے تھے۔

..________________________..

تھوڑی دیر کے بعد وہ ہوٹل کے کمرے سے نکل رہے تھے جب غازان کی نگاہ ہوٹل کے ایک کمرے میں داخل ہوتی رائنا پر پڑی۔ وہ اس وقت یہاں لاہور میں کیا کر رہی تھی؟؟ اسی سوال نے غازان سکندر کے چہرے کو سرخ کر دیا۔ وہ اچھے سے جانتا تھا وہ یہاں کس کام کے لئے آئی تھی۔

ایک لمحے میں ایک اہم فیصلہ کرتے وہ شانزے کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے اس کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

رائنا سکندر کی بد قسمتی کہ وہ دروازہ لاک کرنا بھول گئی اور غازان کے ایک دھکے سے دروازہ کھل گیا۔

سامنے ہی اس کی نام نہاد بیوی کسی غیر مرد کی باہوں میں جھول رہی تھی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ جھٹکے سے مڑی جب سامنے کھڑے غازان کو دیکھتے اس کا رنگ پل بھر میں اڑا تھا۔

"تت۔۔۔ تم یہاں !!! یہ میرا دوست ہے غازان آج اس کے بہت اسرار پر اس سے ملنے۔۔۔۔"

رائنا گڑبڑا کر بولنے لگی جب اگلے ہی لمحے غازان غضب ناک انداز میں اس کی جانب بڑھا۔

"آج تک اپنی ماں کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بنا رہا رائنا!! دوسرے الفاظ میں بے غیرت بھی بول سکتی ہو مگر اتنا حوصلہ نہیں کہ اپنی آنکھوں سے تمہیں کسی غیر مرد کے ساتھ ایسی حالت میں دیکھ کر مزید بے غیرت بنا رہوں۔ میں غازان سکندر اپنے پورے ہوش و حواس میں تمہیں طلاق دیتا ہوں طلاق

دیتاہوں طلاق دیتاہوں!!!اب کرتی رہو جتنی مرضی عیاشی میری طرف سے تم آزاد ہو !!!"

پھنکار کر کہتے وہ رائنا کی پھٹی پھٹی آنکھوں کے سامنے شانزے کا ہاتھ تھام کر وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

ہر انسان کی برداشت کی ایک حد ہوتی ہے۔ انسان کو ہمیشہ اس کی برداشت کے مطابق آزمانا چاہیئے ورنہ حد گزر جانے پر کیا کر گزرے اس کا اسے خود بھی علم نہیں ہوتا!!!

بس بہت ہو گیا تماشہ۔ رابعہ سکندر اس کی ماں تھی تو اس نے بھی بچپن سے آج تک اپنی ہر خواہش مار کر ان کی ہر جائز ناجائز مانی پر اب وہ ان کی فضول ضد اور بری فطرت کے باعث مزید گنہگار نہیں ہو سکتا تھا۔نہ اپنی بیوی کا نہ اپنی اولاد کا اور نہ ہی اپنے ضمیر کا!!!اس نے بہت عرصے بعد خود سے فیصلے لینے شروع کیے تھے اب اور اپنے ہر فیصلے پر بہت مطمئن تھا۔

..________________________________..

جس وقت وہ ہسپتال پہنچے انہیں سامنے ہی زوہا کے ساتھ سکینہ جلال بھی دکھ گئیں۔

"امی میری گل!!!"

ماں کو سامنے دیکھتی ہی شانزے پھر سے رو دی تو سکینہ جلال اسے اپنے سینے سے لگا گئی۔

"مت پریشان ہو میری بچی!!! گل آئینہ ٹھیک ہے اللہ کے کرم سے۔ بس پہلی سردی کا بخار ہو گیا۔ بچوں کو پہلی سردی اور پہلی گرمی میں احتیاط کی بہت ضرورت ہوتی ہے لیکن ملازمہ کی کوتاہی کی وجہ سے وہ سردی کا شکار ہو گئی۔ عبداللہ نے بچوں کے اسپیشلسٹ کو دکھایا ہے دوائی وغیرہ دی ہے اب وو سکوں سے سو رہی ہے۔ عبداللہ اس کے پاس ہی ہے۔ یہ زوہا کا دل اندر گھبرا رہا تھا تو میں اسے باہر لے آئی۔"

ان کے تسلی دینے پر شانزے کے آنسو تھمے اور اگلے ہی پل وہ ان سے الگ ہوتی کمرے میں داخل ہو گئی۔

سامنے ہی بستر پر وہ پڑی تھی!! اس کی گل آئینہ!!! اسے اتنے ماہ بعد اپنے سامنے وہ بھی ایسی حالت میں دیکھتے شانزے منہ پر ہاتھ جما کر اپنی سسکیوں کا گل گھونٹنے لگی۔ اس کے پیچھے آتے غازان نے اسے نرمی سے اپنے ساتھ لگاتے بیڈ کی طرف قدم بڑھائے تو شانزے بے تاب ہوتی گل آئینہ کے قریب جاتی جھک کر اسے اپنی باہوں میں بھینچ گئی اور اسے دیوانہ وار چومنے لگی۔ آنسو پھسل کر گل آئینہ کے چہرے پر گر رہے تھے۔

گل آئینہ نیند کے خراب ہونے پر کسمسا کر رونے لگی تو شانزے ہوش میں آتی اسے نرمی سے سینے سے لگائے دھیرے دھیرے تھپکنے لگی۔ شاید یہ ماں کے وجود کی گرمی کا ہی احساس تھا کہ گل آئینہ خاموش ہوتی شانزے کے سینے میں منہ چھپائے پھر سے سو گئی۔

عبداللہ غازان سے ملنے کے بعد کمرے سے نکل گیا تھا۔

"شانزے بیٹھ جائیں تھک جائیں گی آپ ایسے اور گل بھی ڈسٹرب ہو گی !!!"

مزید پانچ منٹ کے بعد بھی وہ گل کو سینے میں چھپائے ویسے ہی کھڑی رہی تو غازان بے ساختہ بول اٹھا جس پر وہ سر ہلاتی دھیرے سے بیڈ پر ٹک گئی۔ غازان ایک گہری سانس بھرتا اس کے پہلو میں ہی ٹک گیا۔ جھک کر گل آئینہ کے سر پر لب رکھے پھر واپس سیدھا ہو کر شانزے پر نظریں جما گیا۔

"شانی !!!"

کتنے جزب سے پکارا گیا تھا۔ شانزے سکندر کا دل کیوں نہ دھڑکتا !!! کتنے لمبے عرصے بعد اس پکار کو دل سے محسوس کیا تھا۔ شانزے سکندر کا دل کیوں نہ مچلتا۔

"بس کر دیں شانی !!! ہجر بہت سہہ لیا۔ یقین کریں جدائی بہت مشکل ہے۔ ختم کر دیں اب اس بے وجہ سزا کو اور سمیٹ دیں سارے فاصلے۔ صرف آپ کا بن کر آپ کے پاس لوٹا ہوں۔ خالی مت کریئے گا مجھے !!! آپ بس میرا ہاتھ تھام لیں اگر آپ کی خاطر دنیا سے نہ ٹکرا گیا تو پوری دنیا کی سامنے کہئیے گا کہ غازان سکندر تم میں مردوں والی بات ہی نہیں !!!"

شانزے سے سر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔ اگلے ہی پل وہ تھوڑا کھسک کر اپنا سر غازان کے کندھے پر رکھ گئی۔

"بہت تھک گئی ہوں میں بھی غازی !!! محبت کا تقاضا یہی ہے کہ دو ٹوٹے بکھرے لوگ ایک دوسرے کو سمیٹ لیں۔ تنہائی بہت جان لیوا ہے غازی !!! اس تنہائی اور ہجر نے میری ضد کے وجود کو پاش پاش کر دیا ہے۔ اب بس عمر بھر آپ کے حصار میں قید رہنا چاہتی ہوں۔ مجھے خود میں قید کر لیں غازی !!!"

وہ بھیگی آواز میں بولتی غازان سکندر کو نویدِ صبح سنا گئی تھی جس پر وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا اپنی ملکہ اور اس کے سینے سے لگی شہزادی دونوں کو اپنے سینے میں قید کرتا شانزے کے ماتھے پر لب رکھ گیا۔

دماغ میں مسلسل ایک ہی سوال گونج رہا تھا۔ کیا صبر کا پھل اتنا قیمتی اور حسین ہوتا ہے؟؟ کیا اللہ تھوڑا کے کر اتنا زیادہ نواز تا ہے؟؟

بیشک!!

..________________________________..

وہ کمرے سے باہر آیا تو زوہا بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔ اس کی پریگننسی کے کچھ ماہ ہی گزرے تھے اور آج کل وہ بہت بے چین سی رہتی تھی۔

عبداللہ اسے دیکھتے اس کے قریب آ گیا۔

"زوہا گھر چلتے ہیں اب!!! آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی اور ویسے بھی بھائی مجھے گھر جانے کا بول چکے ہیں۔ ابھی فوری طور پر لاہور نہیں لے جاسکتے

اس ٹھنڈ میں گل کو اس لئے میں نے بول دیا ہے کہ ہماری طرف رکیں۔ تھوڑی دیر تک آییں گے وہ تب تک ہم بھی گھر چلتے ہیں کیا خیال ہے؟؟"

وہ اس ہاتھ تھام کر نرمی سے سہلانے لگا۔

"ہاں چلتے ہیں عبداللہ میرا ہسپتال کے ماحول سے جانے کیوں دل گھبرا رہا ہے!!!"

"اوکے میری جان چلتے ہیں۔ امی کہاں ہیں انھیں بھی ساتھ لے چلتے ہیں!!!"

وہ سکینہ جلال کی تلاش میں نظریں دوڑاتا پوچھنے لگا۔

"حسینہ آنٹی کی کال آئی تھی ان کی بیٹی کی منگنی ہے نا آج تو امی کو وہاں جانا تھا۔ میں نے بولا بھی تھا عبداللہ چھوڑ دیں گے پر وہ بس جلدی میں نکل گئی۔"

اس کی بات پر عبداللہ سر ہلاتا اسے اپنے حصار میں لئے ہوسپٹل سے نکل گیا۔

..________________________________..

چھے ماہ بعد!!!

"آپی مجھے ڈر لگ رہا ہے یہ گر جائے گا!!!"

وہ گود میں پڑے صحت مند سے بچے کو دیکھتی بولی تو اس کی بات پر شانزے ہنس دی۔

یہ ہسپتال کے کمرے کا منظر تھا۔زوہا نے کچھ دیر پہلے ایک پیارے سے بیٹے کو جنم دیا تھا جسے دیکھنے سب جمع ہو چکے تھے۔

"نہیں گرتا میری جان پر نرمی سے تھام کر رکھو!!!"

وہ بیڈ پر چڑھنے کی کوشش کرتی گل آئینہ کو اٹھا کر گود میں بیٹھاتی بولی تھی۔
غازان اس چھوٹی میڈم کے لئے جوس لینے گیا تھا جب کہ عبداللہ سکندر بیڈ کے قریب پڑی چیئر پر بیٹھا محبت بھری نظروں سے اپنی زوہا بے بی کو دیکھتا جارہا تھا۔

"اُفف گل بہت تنگ کرتی ہو آپ۔ آپ کے بابا بھی پتا نہیں کہاں چلے گئے ہیں!!! زوہا میں اسے غازی کو پکڑا آؤں بہت تنگ کر رہی ہے!!!"

وہ ان دونوں میاں بیوی کو پرائیویسی دیتی بہانہ بنا کر کمرے سے نکل گیا تو عبداللہ مزید اس کے قریب کھسکا۔

"یار مجھے یقین نہیں آرہا یہ ہمارا بے بی ہے۔ کل تک تو ایک بے بی تھا آج دو دو ہو گئے۔ میں بیچارہ کیسے دو دو کو سنبھالوں گا!!!"

وہ زوہا کا ہاتھ لبوں سے لگاتا مصنوعی بے بسی سے بولا تو زوہا کا منہ کھلا رہ گیا۔

"ہینڈسم ڈاکٹر نہیں دو نمبر مطلبی ڈاکٹر ہیں آپ!!!"۔

وہ اپنا وہی ہاتھ اس کے کندھے پر جڑ کر خفگی سے بولی تو عبداللہ سکندر قہقہہ لگاتا جھک کر اس کے کندھے پر لب رکھ گیا۔ مسکراہٹ ہونٹوں سے چپک کر رہ گئی تھی۔ زندگی بہت آسودہ ہو گئی تھی۔

..________________________________..

وہ کمرے سے باہر نکلی تو غازان سامنے سے آتا دکھائی دیا۔ موبائل کان سے لگائے ایک ہاتھ میں سنیکس کا بیگ پکڑے وہ انہی کی طرف آ رہا تھا۔ ان کے قریب پہنچتے کال بند ہو چکی تھی۔

"شانی مام کی نرس کی کال آئی تھی۔ مام کی طبیعت پھر سے خراب ہو رہی ہے ان کی۔ آپ رکیں میں گھر چکر لگا آتا ہوں!!!"

وہ گل کو گود میں اٹھا کر اس کا گال چومتا شانزے کو مطلع کرنے لگا۔

"نہیں میں ساتھ ہی چلتی ہوں!! بس زوہا کو بتا آؤں!!!"

وہ فکرمندی سے کہتی مڑنے لگی جب غازان اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے ساتھ لگا گیا۔

"تھنک یو!!!"

دھیمی سے سرگوشی پر وہ مسکرا کر نفی میں سر ہلا گئی۔ جانتی تھی کس لئے شکریہ ادا کر رہا ہے۔

رابعہ سکندر تین ماہ پہلے ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں دونوں ٹانگیں گنوا چکی تھیں. اس حادثے نے ان کے دماغ پر گہرا اثر چھوڑا تھا۔ کبھی رونے لگتی تو کبھی اونچی آواز میں چلانے لگتی اور بعض وقت چپ ہوتی تو گھنٹوں لفظ بھی نہ بولتی۔ ایسے میں غاز کی پریشانی دیکھتے شانزے خود ان کا خیال رکھنے لگی۔ وہ اللہ کے واسطے انہیں مواف کر چکی تھی۔

رائنا سکندر منظر عام سے ایسی غائب ہوئی تھی کہ کوئی خبر نہ تھی کسی کو اسکی پر شانزے جانتی تھی اللہ بہتر انصاف کرنے والا ہے!!!

The End..